ندوۃ المصنفین دہلی کا علمی و دینی ماہنامہ

بُرہان

مُرتّبہ
سعید احمد اکبر آبادی

ندوۃ المصنفین کی دینی اور اجتماعی کتابیں

اسلام کا اقتصادی نظام

وقت کی ایک انقلاب انگیز کتاب، جس میں اسلام کے معاشی نظام کا جامع نقشہ پیش کیا گیا ہے، چوتھا ایڈیشن جس میں غیر معمولی اضافے کئے گئے ہیں۔

قیمت صہ، مجلد ہے

اِسلام کا نظامِ مساجد

نظامِ مساجد کے تمام گوشوں پر دل پذیر بحث اور اس کی منفعتوں اور برکتوں کی تفصیل۔

قیمت ہے، مجلد للعہ

اِسلام کا نظامِ عفّت وعِصمت

عِفّت وعصمت اور اُن کے لوازم پر بصیرت افروز بحث اور نظامِ عِفّت کی اسلامی خصوصیتوں کی دل پذیر تشریح۔ لائق مطالعہ کتاب، قیمت للعہ، مجلد صہ۔

اسلام کا زرعی نظام

اسلام کے نظامِ زراعت پر ایک جامع کتاب، زمین کی تقسیم کے اصول اور خلافت راشدہ کے زمانے میں کاشتکاروں کے لئے جو سہولتیں فراہم کی گئی ہیں ان کی تفصیل

قیمت للعہ، مجلد صہ

اِسلام میں غلامی کی حقیقت

مسئلہ غلامی کی تحقیق پر معرکۃ الآرا کتاب جس میں انفرادی اور اجتماعی غلامی کے ایک ایک پہلو پر اسلام کا نقطہ نظر پیش کیا گیا ہے۔

(قیمت ے، مجلد للعہ)

قرآن اور تعمیر سیرت

ایک عظیم الشان اصلاحی کتاب

قرآن مجید کی تعلیم وتربیت کا انسانی سیرت کی تعمیر میں کیا دخل ہے اور اس کے ذریعہ سے اس سیرت وکردار کا کس طرح ظہور ہوتا ہے؟ یہ متبرک کتاب خاص اسی موضوع پر لکھی گئی ہے۔

قیمت صہ، مجلد ے

اخلاق اور فلسفۂ اخلاق

علم الاخلاق پر مبسوط اور محققانہ کتاب، جس میں اصول اخلاق، فلسفہ اخلاق اور انواع اخلاق کی دل پذیر تشریح اس طرح کی گئی ہے کہ جس سے اسلام کے مجموعہ اخلاق کی برتری دوسری ملتوں پر ثابت ہوتا ہے۔ نظر ثانی کیا ہوا تازہ ایڈیشن۔

قیمت ہے، مجلد ہعہ

ارشاداتِ نبوی کا لاثانی ذخیرہ

اردو زبان میں

ترجمان السنہ:- ہماری زبان میں ایسی جامع اور مستند کتاب آج تک وجود میں نہیں آئی تھی، اس میں حدیثوں کا عربی متن مع اعراب بھی ہے اور صاف وسلیس ترجمہ بھی، ساتھ ہی تشریحی اور تحقیقی نوٹ بھی ہیں۔ ترتیب میں کتاب التوحید کو پہلے رکھا گیا ہے اور پھر اسی مناسبت سے پوری کتاب کی ترتیب قائم کی گئی ہے، پہلی جلد کے شروع میں کئی سو صفحات کا ایک بصیرت افروز مقدمہ ہے۔

جلد اوّل قیمت عنہ، مجلد عللعہ، جلد دوم قیمت للعہ، مجلد لعہ

فہم قرآن قرآن مجید کے آسان ہونے کے کیا معنی ہیں، کلام ربانی کا قطعی منشار معلوم کرنے کے لئے آنحضرت کے ارشادات واقوال کا معلوم کرنا کیوں ضروری ہے؟ یہ اس موضوع پر ایک بہترین تبلیغی اور اصلاحی کتاب ہے۔

قیمت ہے، مجلد ہے

وحی الٰہی مسئلہ وحی کے تمام گوشوں کی دل پذیر تشریح، وحی کی حقیقت اور اس کی صداقت سمجھنے کے لئے لاجواب کتاب، نہایت نفیس۔ جدید ایڈیشن۔

قیمت ے، مجلد للعہ

مینیجر ندوۃ المصنفین اردو بازار جامع مسجد دہلی

بُرہان

جلد ۳۸ شمارہ ۴

اپریل ۱۹۵۷ء مطابق رمضان المبارک ۱۳۷۶ھ

فہرست مضامین

نظرات	سعید احمد	۱۹۴
شاہانِ مغلیہ کا شراب سے اجتناب	جناب ڈاکٹر قاضی محمد ابراہیم صاحب ایم اے پی ۔ ایچ ۔ ڈی ۔ بی ۔ ٹی (" شعبہ فارسی اور اسلامک کلچر" اسماعیل کالج بمبئی)	۱۹۷
بلاذری کی انساب الاشراف	جناب ڈاکٹر خورشید احمد صاحب فارق استاذ ادبیات عربی دہلی یونیورسٹی	۲۰۸
فبدل الذین امنوا الآیۃ کی صحیح توجیہ	جناب مولوی ضیاء الدین صاحب اصلاحی	۲۲۴
تزک بابری	جناب محمد رحیم صاحب چمن دہلوی	۲۳۳
قومی اور جماعتی زندگی کے نفسیاتی مؤثرات	جناب مولوی محمد تقی صاحب امینی	۲۴۵
ادبیات		
" منزل محبت "	جناب مولوی ابوالبیان حماد	251
تخلیق انسان	جناب شمس نوید	
تبصرے	(س)	۲۵۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

خدا کا شکر ہے قلم کا مسافر "صدیقِ اکبر" یعنی سیرت حضرت ابوبکر صدیقؓ کی تسوید و ترتیب کی جس راہ میں دو برس سے گامزن تھا اب اس کی منزلِ آخر آ لگی ہے۔ کتابت شروع ہو چکی ہے، امید ہے کہ اکتوبر نومبر تک ندوۃ المصنفین کے معہود کتابی سائز کے ساڑھے پانچ سو چھ سو صفحات پر آئے گی۔ اس کتاب کے چند صفحات "صدیق اکبر سے حضرت علی کی بیعت" اور "مالک بن نویرہ کا واقعہ" کے عنوان سے برہان کی دو اشاعتوں میں نکل چکے ہیں جن کو ملاحظہ فرما کر مولانا مناظر احسن گیلانیؒ۔ شاہ معین الدین احمد صاحب ندوی اڈیٹر "معارف"، ڈاکٹر زبید احمد کراچی۔ اور جناب شبیر احمد خاں غوری ایم۔ اے ال۔ ال۔ بی۔ الہ آباد نے تحسین و ستائش کے خطوط لکھے اور بڑی داد دی تھی۔ پوری کتاب اسی نہج اور اسلوب پر لکھی گئی ہے۔ عہد صدیقی کا کوئی تاریخی۔ فقہی اور سیاسی مسئلہ ایسا نہیں ہے جس کی گرہ کشائی نہ کی گئی ہو۔ اور کوئی خلا نہیں ہے جسے خالص علمی اور تحقیقی بنیادوں پر پُر نہ کیا گیا ہو۔ بہرحال بحث و تحقیق تنقید و تمحیص۔ جامعیت مباحث اور وسعت ماخذ کے اعتبار سے کتاب کس پایہ کی ہے؟ اس کا فیصلہ تو اربابِ علم و تحقیق ہی کریں گے۔ البتہ ایک بات جو مصنّف بھروسہ کے ساتھ کہہ سکتا ہے یہ ہے کہ جس روشنائی سے اس کتاب کی تسوید ہوئی ہے اُس میں چند اشکہائے نیم شبی اور چند قطرہائے خونِ جگر بھی شامل رہے ہیں:-

ز چشم آستیں بردار و گوہر را تماشا کن

اس کتاب کو شروع کرنے سے پہلے "الاسلام" کے نام سے ایک ضخیم کتاب لکھنی شروع کی تھی اور متعدد اجزا لکھ بھی لئے تھے کہ اچانک سیرت صدیقی لکھنے کا جذبہ پیدا ہوا اور قلم ہمہ تن ادھر مصروف ہو گیا اب اس کا آخری باب بھی ہو جائے تو "الاسلام" کو پھر شروع کرنے کا ارادہ ہے ومنہ التوفیق وعلیہ التکلان

مولانا سید شاہ فخرالدین احمد صاحب کی وفات حسرت آیات سے پچھلے دنوں صدر امارتِ شرعیہ بہار و اڑیسہ کی جو مسند خالی ہوئی تھی۔خوشی کی بات ہے کہ ایک عظیم الشان اور عام جلسۂ علمانے اب اس کے لئے مولانا سید منت اللہ صاحب مونگیری کا متفقہ طور پر انتخاب کیا ہے۔ موصوف علماً و عملاً جس طرح خانقاہِ رحمانیہ کی روایات کے حامل ہیں۔ اسی طرح امید ہے کہ امارتِ شرعیہ کی قدیم روایات بھی اُن کے دم سے نہ صرف یہ کہ زندہ رہیں گی بلکہ اور ترقی کریں گی۔ اس دور میں اس سے بہتر کوئی اور انتخاب نہیں ہوسکتا تھا۔ ہم مولانا کو اس اعزاز پر مبارک باد دیتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ وہ اپنی ذمہ داریوں سے باحُسن وجوہ عہدہ برآں ہوسکیں۔

افسوس ہے پچھلے دنوں دہلی کے مشہور صاحب خیر بزرگ حاجی محمد اسمٰعیل صاحب جیون بخش نے عمر طبعی کو پہونچ کر وفات پائی۔ موصوف مشہور فرم جیون بخش کے سب سے بڑے حصہ دار اور اس کے روح رواں تھے۔ لیکن وہ جتنے متمول اور صاحبِ ثروت تھے اس سے کہیں زیادہ عابد و زاہد متقی اور پرہیزگار تھے۔ دینی اور خیراتی کاموں میں ہمیشہ پیش پیش رہتے تھے۔ نہایت خندہ جبیں اور صاحبِ باطن تھے۔ چہرہ پر نور برستا تھا۔ تونگری کے باوجود فقر و درویشی ان کا شعار تھا۔ اب ایسے دین اور دنیا کے جامع کم ہی ہوں گے۔ حق تعالیٰ کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے اور ابرار و صلحا کے ساتھ حشر فرمائے۔ آمین

ایک اطلاع ہے کہ رے لی جس لیڈرز نامی کتاب کے مصنفین نے مرزا بشیر الدین محمود صاحب کو ان کے توجہ دلانے پر ایک خط لکھا ہے جس میں کھلے دل کے ساتھ ان عبارتوں اور فقروں پر اظہار افسوس کیا ہے جن سے مسلمانوں کو دکھ پہنچا۔ اگر یہ خبر صحیح ہے اور کوئی وجہ نہیں کہ غلط ہو تو اب جب کہ کتاب مذکور کے مقدمہ نویس پہلے ہی اعلان برأت کرچکے اور مصنفین نے اب معافی مانگ لی۔ کوئی بتائے کہ اس سلسلہ میں جو ہنگامے ہوئے اور ان کی وجہ سے مسلمانوں کو جانی اور مالی دونوں قسم کا

نقصان پہنچا تو ان سب کا وبال کس کے سر ہو گا؟ حبِ رسول میں دیوانگی اور جوش مبارک اور صد مبارک! لیکن اسلام نام ڈسپلن کا ہے، اور ڈسپلن اسی وقت پایا جا سکتا ہے جب کہ شدید سے شدید اشتعال کی حالت میں بھی دماغی توازن اور ہوش وخرد کو مغلوب نہ ہونے دیا جائے۔ اگر مسلمان اس نکتہ کو پہچان لیں تو آج ان کی بہت سی مشکلات رفع ہو سکتی ہیں۔

ندوۃ المصنفین کی تازہ ترین عظیم الشان کتاب

ترجمان السنہ جلد سوم

کئی سال کے انتظار کے بعد اس متبرک اور اہم ترین کتاب کی تیسری جلد شائع ہو گئی، یہ جلد پہلی دو جلدوں سے ضخامت میں بھی زیادہ ہے اور اس کے مباحث ومضامین بھی مختلف حیثیتوں سے نہایت اہم ہیں، اس میں مسئلہ قضاء وقدر کے تمام بابوں کے علاوہ، پوری کتاب الانبیاء بھی آ گئی ہے، جس میں وحی اور نبوت اور رسالت کے ایک ایک گوشے پر سیر حاصل کلام لکھا گیا ہے اور تمام متعلقہ احادیث کو نئے نئے عنوانوں کے ساتھ سامنے لایا گیا ہے۔ حضرت آدم سے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام پیغمبروں کے حالات وواقعات صحیح اور مستند حدیثوں کی روشنی میں واضح کئے گئے ہیں، خاص طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی کی خصوصیات سے متعلق تمام بحثوں کو عجیب وغریب انداز سے اجاگر کیا گیا ہے۔ ان مباحث کے مطالعے کے بعد حضرت مسیح علیہ السلام کے رفع ونزول کا مسئلہ آئینہ کی طرح صاف ہو جاتا ہے، یہ عظیم الشان جلد کم وبیش پانچ سو حدیثوں کے ترجمہ اور تشریح پر مشتمل ہے۔ صفحات ۶۲۴، بڑی تقطیع قیمت دس روپے آٹھ آنے۔

مجلد بارہ روپے آٹھ آنے

منیجر: مکتبہ برہان اردو بازار جامع مسجد دہلی

شاہانِ مغلیہ کا شراب سے اجتناب

از

جناب ڈاکٹر قاضی محمد ابراہیم ضیا ایم۔ اے۔ پی ایچ ڈی۔ بی۔ ٹی۔

("شعبۂ فارسی و اسلامک کلچر" اسماعیل کالج۔ بمبئی)

دنیا کی ہر مہذب قوم نے شراب اور دیگر نشہ آور چیزوں کی مذمت کی ہے اور اس کے استعمال سے پرہیز کیا ہے۔ ہر مذہب نے اسے ممنوع قرار دیا ہے۔ بڑے بڑے حکمرانوں نے عملاً اس کی پیروی کی اور اپنے قلمرو میں حتی الامکان کوششیں کیں کہ لوگ شراب سے دور رہیں۔ اس قسم کی مثالیں تاریخی اور دیگر کتابوں میں جابجا ملتی ہیں۔ ان حکمرانوں میں سلاطینِ مغلیہ خاص اہمیت کے مالک ہیں۔

ہندوستان کے مغل حکمرانوں میں سب سے پہلے بابر نے شراب کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی بہ حیثیت بانی سلطنت اس کے پاس اتنا وقت نہ تھا کہ وہ اصلاحی کاموں کو پوری دلجمعی سے انجام دیتا تاہم اس قلیل عرصے میں اس نے جو بھی اصلاحی کام کئے ان میں شراب بندی ایک اہم کارنامہ ہے۔ گو بابر کو دنیا سے گذرے ہوئے ایک زمانہ ہو گیا لیکن اس کا یہ کارنامہ آج بھی صفحۂ ہستی پر دائم و قائم ہے اور زمانہ بابر کو ایک اچھا حکمراں، کامیاب جنرل اور ہوشیار سیاستدان کے ساتھ ساتھ ایک بہترین رفارمر اور مصلح قوم کے بھی یاد کرتا ہے۔

بابر اپنی حکومت کی بنیاد مضبوط سے مضبوط پایہ پر رکھنا چاہتا تھا تاکہ اس کے بعد بھی یہ حکومت سربہ اقتدار اور دائم و قائم رہے اور اس کے جانشین ہر ممکن برائیوں سے بچکر خدمت خلق سے مشرف ہوتے رہیں وہ حکومت کو صرف طاقت اور زور کے بل بوتے پر کھڑا کرنا نہیں چاہتا تھا بلکہ زیرِ اقتدار باشندگانِ مملکت کے دلوں میں گھر کر کے انھیں اپنانا چاہتا تھا۔ ساتھ ہی ساتھ بطور مصلح کے وہ ان میں سے وہ تمام خرابیاں دور کرنا چاہتا تھا جن کی وجہ سے وہ گوناگوں برائیوں

میں گھرے پڑے تھے ۔ اس کی نظر میں ان تمام برائیوں کی جڑ شراب اور دیگر نشہ آور چیزیں تھیں جن کا استعمال بڑی حد تک عام تھا۔

یہ خیال کرنا کہ بابر نے پی ہی نہیں ایک بڑی تاریخی غلطی ہے لیکن اس نے کب کیوں اور کیسے پی اور کب کیوں اور کیسے اس سے توبہ کر کے اسے ممنوع قرار دیا یہ بھی تاریخی انکشاف سے کچھ کم نہیں بابر کو اوائل عمر ہی سے شراب سے نفرت تھی ۔ اس کا لڑکپن اور اس کے بعد کا ایک عرصہ اس سے گریز کرنے میں گذر گیا ۔ تزک بابری میں وہ خود لکھتا ہے کہ ایک روز وہ اپنے ایک عزیز مظفر مرزا کے یہاں مہمان تھا۔ مرزائے موصوف نے مہماں نوازی میں کسی قسم کی کمی باقی نہ رکھی تھی ۔ دورانِ قیام میں دوستوں اور عزیزوں کے مکرر اصرار پر اس نے پہلی بار شراب سے اپنے لبوں کو آشنا کیا[1] ۔ چوں کہ بادلِ ناخواستہ اس نے شراب پی تھی اس لئے وہ جب بھی شراب پیتا یا اس قسم کی مجلس میں شریک ہوتا ہر وقت اس کا ضمیر اسے ملامت کرتا اور وہ شراب کو چھوڑ کر تنہائی میں چلا جاتا ۔ غالباً اس قسم کے رویہ سے اس کے امرا اور درباری بھی اس کے سامنے شراب نہیں پیتے تھے ۔ بقول بابر یہ لوگ حتی الامکان شراب سے پرہیز کرنے کی کوشش کرتے یہاں تک کہ روز پینے کی بجائے مہینہ میں ایک بار شراب پیتے لیکن اس وقت بھی وہ اس قدر احتیاط برتتے کہ شہنشاہ کو خبر نہ ہو ۔ بابر نیز رقمطراز ہے کہ وہ جب شراب پیتے تو کمروں کے دروازے بند کر لیتے[2] ۔ بابر کی شراب سے نفرت روز بروز بڑھتی گئی اس نے کئی مرتبہ ارادہ کیا کہ وہ شراب سے توبہ کرے لیکن اسے اپنے ارادوں میں کامیابی نہیں ہوئی دختر رز سے اس قدر لگاؤ تھا کہ "بنتی نہیں ہے ساغر و مینا کہے بغیر" ۔ بالآخر بابر نے خلوص نیت سے ٹھان لی کہ شراب سے توبہ کرے اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اسے ترک کر دے پس بابر کے اپنے بیان کے مطابق بروز دوشنبہ ۲۳ جمادی الاول ۹۳۳ھ اسے اس بات کا شدید احساس ہوا کہ وہ ہر وقت شراب سے مغلوب ہو کر اپنے ارادوں میں ناکامیاب ہوتا رہا ہے[3] ۔ بابر کا شراب سے توبہ کرنا بڑا پر لطف اور سبق آموز واقعہ ہے جسے بابر خود اپنی تزک میں بیان کرتا ہے ۔ جوں ہی اس نے ارادہ محکم کر لیا اپنے

---

[1] تزک بابری جلد دوم انگریزی ترجمہ صفحہ ۱۲-۱۱ [2] ایضاً ص ۱۳ [3] ایضاً صفحہ ۲۸

نوکروں کو حکم دیا کہ شراب پینے اور شراب رکھنے کے تمام آلات کو ایک جا اکٹھا کریں۔ اس حکم کے فوراً بعد گوناگوں قسم کی بے شمار و بے بہا صراحیاں۔ پیالے اور دیگر آلات بابر کے سامنے جمع کر دیئے گئے ان میں سے بیشتر آلات بہترین آرٹ کے نمونے تھے بقول بابر یہ آلات سونے اور چاندی کے بنے ہوئے تھے[1] بابر نے بعد ازاں حکم دیا کہ ان آلات کو توڑ ڈالیں۔ اس شاہی فرمان کی تعمیل فوراً کی گئی اور بیش بہا صراحیاں پیالے آن کی آن میں توڑ ڈالے گئے چوں کہ یہ معاملہ توبہ کا تھا اس لئے بابر کے حکم کے مطابق ان ٹکڑوں کو غربا اور مساکین میں تقسیم کر دیا گیا۔ بابر کی توبہ کا اثر اس کے عزیزوں اور درباریوں پر بھی ہوا تین سو کے قریب لوگوں نے فوراً شراب سے توبہ کی اور اسے ہمیشہ کے لئے ترک کر دیا۔ بابر نے صرف اسی پر اکتفا نہ کی وہ اپنی رعایا کو بھی اس برائی سے محفوظ رکھنا چاہتا تھا چنانچہ اس نے ایک فرمان جاری کیا اور اپنی مملکت میں اعلان کروایا اور شراب کی آمد پر شراب سازی پر شراب فروشی پر اور شراب نوشی پر قید لگا دی تاکہ اس کی رعایا شراب سے پیدا ہونے والے خطروں سے محفوظ رہ سکے

شاہانِ مغلیہ میں اکبرِ اعظم کا نام ہمہ گیر شہرت کا مالک ہے اکبر ایک کامیاب حکمراں ہونے کے ساتھ ساتھ بڑا سوشل ورکر اور رفارمر بھی تھا اس نے اپنی رعایا کی حالت کو بہتر سے بہتر بنانے میں حتی الامکان کوشش کی جیسا کہ تاریخ کے اوراق سے معلوم ہوتا ہے۔ جہالت کے باعث وہ جن برائیوں کے مرتکب ہو چکے تھے ان سے انھیں نجات دلانے میں کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا اکبر کی اصلاحات میں ستی کی رسم بند کرنا ہی نہیں تھا بلکہ دیگر اصلاحات بھی شامل تھے مثلاً بھکاریوں کی اصلاح فاحشہ عورتوں کی اصلاح کم عمر لڑکے اور لڑکیوں کی شادی کی روک تھام وغیرہ کم عمر لڑکے اور لڑکیوں کی شادی کے متعلق جو اقدام اکبر نے اُٹھائے تھے ان کا ذکر بدایونی یوں کرتا ہے:

"ہم چنیں پسر را بیشتر از شانزدہ سالگی و دختر را پیش از چہاردہ سالگی نکاح روا نباشد"[2]

اکبر کی ان اصلاحات میں سب سے زیادہ اہم شراب بندی تھی۔ شراب سے متنفر ہونے کے کئی اسباب

---

[1] تزک بابری جلد دوم انگریزی ترجمہ ص۲۵۸ [2] منتخب التواریخ جلد دوم ص۳۰۶ ذکر شدہ دیگر اصلاحات کی تفصیل کے لئے میرا بدایونی سے متعلق مضمون معارف اپریل تا اگست ۱۹۵۱ ملاحظہ فرمائیں۔

تھے سب سے پہلے اسلام نے اس چیز کو ممنوع قرار دیا جیسا کہ قرآن مجید کی آیت ذیل سے ظاہر ہے:
"یٰایّھا الّذین اٰمنوا انّما الخمر ...... رجس من عمل الشیطٰن فاجتنبوہ لعلّکم تفلحون" چوں کہ اکبر خود مسلمان تھا اور اسلام اور اس کے پیغمبر پر اس کا یقین کامل تھا جیسا کہ ذیل کی عبارت سے جو اس کے ایک خط کا اقتباس ہے ظاہر ہوتا ہے

"الحمد للہ والمنۃ کہ ہمیشہ پیش دہد دانش وبنیش فرمودہ خدا و پیغمبر او بودہ و روز افزونی بخت ہمایوں گواہ حال بس ست"[1]

لہذا آیت مذکور سے متاثر ہو کر اس نے شراب کی روک تھام کے لئے مختلف قوانین جاری کئے۔ دوسرے یہ کہ اس نے شراب کے خراب اثرات پر زیادہ غور و فکر کیا کئی لوگ اس کا شکار بن کر تباہ و برباد ہوئے۔ چوں کہ اکبر اپنی رعایا کی فلاح و بہبودی کا حد سے زیادہ خیال رکھتا تھا جیسے ذیل کی عبارت سے ظاہر ہے اس لئے وہ لوگوں کو شراب نوشی سے اور اس کے استعمال سے باز رکھنا چاہتا تھا تاکہ وہ اپنی زندگی خوش حالی سے گذار سکیں۔ ذیل کی عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ اکبر ہمیشہ اپنی رعایا کی فلاح و بہبودی کو مدنظر رکھتا تھا:

"للہ الحمد کہ از عنفوانِ جلوس بر اورنگ فرمانروائی تا حال کہ سنہ عاشرہ است از قرن ثانی واداتِل انکشاف صبح اقبال و مبداء ابتسام بہار اجلال است ہمگی ہمت حق اساس نیاز مند درگاہ الٰہی آنست کہ اغراض خود منظور نداشتہ ہموارہ در التیام وانتظام جہانیاں کوشد واز میامن ایں کردار سعادت پرتو مملکت وسیع ہندوستان کہ ہر چند یں فرمانروایان والاشکوہ انقسام یافتہ بود در حیطہ تصرف و احاطہ اقتدار ما در آمد"[2]

علاوہ ازیں اکبر کے لڑکے خود شراب کے عادی ہو چکے تھے اور اس طرح اپنی زندگی کو اپنے ہاتھوں تباہ و برباد کرنے پر بضد تھے۔ لڑکوں کی ان حرکات سے یقیناً باپ کا دل کڑھتا ہوگا اور شراب سے نفرت اس کے دل میں روز بروز گھر کرتی ہوگی اور اسے اس سے متنفر بناتی ہوگی۔ اس ضمن میں اکبر کے

---

[1] انشائے ابو الفضل دفتر اول ص ۲۲۰ [2] ایضاً ص ۷

لڑکوں مراد اور دانیال کی موت کا ذکر برمحل اور قابلِ ذکر ہے۔ مراد اور دانیال دونوں شراب کے سخت عادی ہوچکے تھے یہاں تک کہ ان کی موت کا باعث بھی شراب ہی ہوئی۔ مراد کی موت کا بیان محمد حسین آزاد اپنے خاص طرز میں اپنی مشہورِ عالم تصنیف دربار اکبری میں یوں کرتے ہیں:

"مراد ۹۸۰ھ میں ۱۰ر محرم کو فتح پور کے پہاڑوں میں پیدا ہوا تھا اور اسی واسطے اکبر پیار سے اسے پہاڑی راجہ کہا کرتا تھا مہم دکن پر سپہ سالار ہوگیا۔ شراب مدت سے گھلا رہی تھی اور ایسی منہ لگی تھی کہ چھٹ نہ سکتی تھی وہاں جاکر اور بڑھ گئی اور بیماری بھی حد سے زیادہ گذر گئی آخر ۱۰۰۷ھ میں ۳۰ برس کی عمر میں مراد نامراد و ناشاد جواں مرگ دنیا سے گیا۔ تاریخ ہوئی ؎ از گلشن اقبال نہالے گم شد" [1]

اکبر کے دوسرے لڑکے دانیال کی موت بھی شراب کی وجہ سے واقع ہوئی تھی مورخین کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ دانیال شراب کا بڑا دلدادہ تھا چوں کہ اکبر مراد کی موت سے بہت رنجیدہ ہوا تھا اس لئے دانیال کی شراب سے دل بستگی اسے اور بھی زیادہ رنجیدہ اور مغموم بنا دیتی۔ اکبر کو اس بات کا خوف تھا کہ دانیال بھی شراب کی وجہ سے موت کا شکار نہ بن جائے۔ اس نے ہر ممکن طریقہ سے سمجھایا اور اس سے قسم لے لی کہ وہ شراب ترک کردے۔ باپ کے الفاظ کا اثر دانیال پر ضرور ہوا اور اس نے شراب چھوڑ دی لیکن زیادہ عرصے تک وہ ترک شراب کو نبھا نہ سکا۔ اس نے دوبارہ شراب نوشی کی اکبر کو جب اس کی اطلاع ملی تب اس نے دوبارہ دانیال کو سمجھایا کہ وہ بھائی کی موت سے عبرت حاصل کرے اور اپنی جوانی پر رحم کرے اور شراب ہمیشہ کے لئے چھوڑ دے چنانچہ مصنف اکبر نامہ کا بیان اس ضمن میں حسب ذیل ہے:

"بعرض اقدس رسید کہ شاہزادہ دانیال یک چند بنا بر تاکیداتِ آنحضرت از می گساری باز آمدہ و جام برسنگ زدہ در نخوردن شراب قسم بفرق فرقدسائے خدیو صورت و معنی یاد کردہ بود دریں اوان پیمان گسل شدہ باز بیادہ پیمائی افتادہ و در خوردنِ آن آب آتش مزاج از حد اعتدال تجاوز نمود فرمان اندرز نشاں آں نونہال سلطنت نافذ گشت چرا بر برنائی و رعنائی خود رحم نمیکند و از واقعہ برادرِ خود شاہزادہ

[1] دربار اکبری صفحہ ۹

سلطان مراد پند پذیر نمی شود"[1]

اکبر کے ان الفاظ کا اثر دانیال پر نہیں ہوا۔ باپ کی نصیحت کو پس پشت ڈال کر وہ عیش و عشرت میں ڈوب گیا جس کا نتیجہ وہی ہوا جس کا اندیشہ اکبر کو تھا۔ اکبرنامہ کے مصنف کا بیان ہے کہ اکبر نے پابندی لگادی تھی کہ کوئی شخص دانیال کو شراب مہیا نہ کرے۔ اس قسم کی پابندی کی وجہ سے شہزادہ دانیال بے چین و بے قرار ہوا۔ شراب کی عدم موجودگی نے اسے قانون شکنی اور خلاف ورزی پر مائل کیا چنانچہ اس نے شراب حاصل کرنے کے لئے ایک تجویز ڈھونڈ نکالی۔ اور شکار کے بہانے شہر کے باہر خیمہ زن ہوا۔ اس نے اپنے خاص ملازموں کو حکم دیا کہ وہ بغیر کسی کو معلوم کئے اپنے ساتھ شراب بھی لے آئیں۔ شہزادے کی خوشنودی کی غرض سے ملازموں نے بندوق کی نلیوں میں شراب بھر لی اور نیز گائے کی آنتوں میں شراب بھر کر انھیں اپنی کمر پر باندھ لیا۔ شراب ان میں عرصہ تک رہنے سے خراب ہوگئی شکارگاہ میں شہزادے نے اس شراب کو بصد خوشی پی لیا جس کی وجہ سے وہ سخت بیمار ہوگیا۔ اکبرنامہ میں اس جان لیوا بیماری کا بیان تفصیل سے ملتا ہے۔ اس کا ایک خراب اثر یہ بھی ہوا کہ شہزادہ کی بھوک زائل ہوگئی تاہم ایسی حالت میں بھی وہ شراب شراب کرتا رہا چنانچہ صاحب اکبرنامہ کا بیان ہے :

"چوں پاسبانان بے روی گماشتند و در دادن شراب اہتمام رفت بنزدیکاں خود ساختہ بتقریب شکار سواری کردی واں دوستان نادان برخی شراب در نال تفنگ انداختہ وچندی در رودہ گاؤ پر کردہ آں راز زیر جامہ بکمر پیچیدہ در صحرا باں آشفتہ میرسانیدند واں پا بر جاں نہادہ و دست از زندگی شستہ بخوردن دلیری میکرد .... رفتہ رفتہ اعضای رئیسہ خاصہ دماغ را آزردگی تمام بہم رسانید و سخت رنجوری و ناتوانی افتاد و قوای طبیعی رو با نحطاط آورد و در رگ و اعضا فتور حواس افزونی گرفت و از خوردنی روی برتافت بجز نام شراب ہیچ بر زبان نراندی تا چہل روز پہلو بر بستر نہادہ بود در روز شنبہ بیست و ہشتم شوال پیمانۂ عمرش در آرزوی شراب پرگشت سی و سہ سال و شش ماہ درین دیر فنا بادہ زندگانی خوردہ بخمار مرگ افتاد"[2]

---

[2] اکبرنامہ جلد دوم ۸۲۷

دانیال کی موت کے متعلق بہ نسبت اکبرنامہ کے تزک جہانگیری میں زیادہ اور دلچسپ معلومات ملتی ہے۔ جہاں گیر نے خود اپنے بھائی کے آخری حالات تفصیلاً اس میں بیان کئے ہیں۔ جہاں گیر کا بیان ہے کہ اس کا باپ اکبر برہان پور کی مہم سے فتح یاب ہو کر لوٹا تب اس شہر کو دانیال کے سپرد کیا مصنف موصوف نیز رقمطراز ہے کہ دانیال بھی اپنے بھائی مراد کی طرح شراب کا عادی ہو گیا جس کی وجہ سے ۳۳ برس کی عمر میں وہ راہی ملک عدم ہوا مصنف کا مزید بیان ہے کہ شہزادہ دانیال کو شکار کا بڑا شوق تھا اس کی اپنی خاص بندوق تھی جس کا نام اس نے "یکہ و جنازہ" رکھا تھا چونکہ ادبی ذوق بھی رکھتا تھا اور خود شعر بھی موزوں کرتا تھا اس لئے یہ شعر لکھ کر اپنی بندوق پر نقش کروایا تھا[1]

از شوق شکار تو شود جان ترو تازہ　　بر ہر کہ خورد تیر تو یکہ و جنازہ

باپ کی عدم موجودگی میں وہ تھا اور دختر رز اور بنا بر "یک گونہ بیخودی مجھے دن رات چاہیئے۔" ہر وقت شراب میں مست رہتا نوبت یہاں تک پہنچی کہ بغیر شراب کے زندگی دوبھر تھی۔ شہزادے کی عادت سے سب ہی لوگ واقف تھے لیکن کسی کی مجال نہ تھی کہ اسے ٹوکتے خاندان مغلیہ کے بہی خواہوں نے اس خاندان کے مغل اعظم کو شہزادے کی عادت سے مطلع کیا چوں کہ مراد باپ کے جگر پر داغِ مفارقت لگا چکا تھا اس لئے اکبر کو بہت رنج ہوا اس نے دانیال سے شراب دور رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی اس وقت دربارِ مغلیہ کا ایک اہم رکن خان خاناں دانیال کے ساتھ ہی تھا وہ اس کا خسر بھی تھا اس لئے باپ کی جگہ تھا اکبر نے اسے لکھا کہ وہ دانیال کو شراب پینے سے باز رکھے اور شراب اسے کسی بھی حالت میں مہیا نہ کی جا سکے اس پابندی سے دانیال کو بڑا صدمہ ہوا وہ شراب کی ایک ایک بوند کو ترستا اور شراب اسے نہ ملتی لہٰذا اس نے اپنے خاص نوکروں سے التجا کی انھیں انعام واکرام کے سبز باغ دکھائے بدقسمتی سے ان میں سے ایک نے جس کا نام مرشد قلی تھا شراب لا کر دینے کا ذمہ لیا۔ اس نے بندوق "یکہ و جنازہ" کی نلی میں شراب بھر دی لیکن وہ فوراً شہزادے کو دے نہ سکا

---

[1] دانیال ہندی میں بھی ایسے اشعار موزوں کرتا تھا چنانچہ جہانگیر لکھتا ہے "بہ نغمہ ہندی مائل بود گاہے بزبان اہل ہند و باصطلاح ایشاں شعری میگفت بد نبودی"

کیوں کہ پہرہ سخت تھا اس تاخیر کی وجہ سے لوہے کا زنگ شراب میں حل ہو گیا اور شراب کو سخت زہر آلود کیا۔ جوں ہی موقعہ ملا مرشد قلی نے شراب پیش کی دانیال چوں کہ کئی دنوں سے اس کے انتظار میں تھا بغیر سوچے سمجھے شراب منہ کو لگالی اور فوراً زمین پر گر پڑا جہاں سے وہ دوبارہ نہ اُٹھ سکا۔[۲]

شہزادوں کی شراب سے دل بستگی نے اکبر کو شراب سے زیادہ متنفر کر دیا بدایونی کے بیان کے مطابق اکبر نے اپنی حکومت میں فرمان جاری کر دیا کہ کوئی شخص حکومت مغلیہ کے حدود میں نہ شراب بیچے اور نہ شراب پئے۔ اس نے شراب کے استعمال کو بند کر دیا ہاں اس نے مریضوں کے لئے شراب کا استعمال جاری رکھا لہٰذا فرمان میں یہ واضح کر دیا جن لوگوں کو معالجہ کے لئے شراب کی ضرورت ہوتی وہ طبیب یا حکیم کا سرٹیفکٹ پیش کر کے شراب حاصل کرتے۔ بدایونی کا یہ بھی بیان ہے کہ اکبر نے ایک سرکاری دوکان قائم کی تھی اور اس کی نگرانی کا کام ایک خاتون کے ذمہ کیا جو خمار کی نسل سے تھی لوگ اس دوکان میں آتے اور اپنا اور اپنے باپ دادا کا نام وغیرہ لکھواتے اور حکیم کا سرٹیفکٹ پیش کر کے شراب لے جاتے چوں کہ بدایونی بڑی حد تک اکبر سے ناراض تھا اس لئے مزید لکھتا ہے کہ بعض لوگ بیماری کا بہانہ بناتے اور شراب لے جاتے اور کوئی تحقیق نہیں ہوتی۔

چنانچہ بدایونی یوں رقمطراز ہے:

"۔۔۔۔ دوکان شراب فروشی بر دربار باہتمام خاتون دربان کہ در اصل از نسل خمار است برپا کردہ نرخی معین نہادند تا ہر کسی کہ برای علاج بیماری ابتیاع خمر نماید نام خود را از پدر و جد از مشرف بنویسانند آنگاہ ببرد و مردم بایں حیلہ بلباس اسامی می نویسانیدند و می بردند کہ تحقیق می کرد"[۱]

مغل اعظم شہنشاہ اکبر کے بعد سلاطینِ مغلیہ کا دوسرا تاجدار سلیم ہوا جو جہاں گیر کے نام سے ہمہ گیر و عالم گیر اہمیت کا مالک ہوا۔ سلیم کی رومانی زندگی اور عیش پسندی کی داستان زبان زدِ خاص و عام ہے سلیم عیش و عشرت کا دل دادہ ضرور تھا لیکن اس کے ساتھ وہ صاحبِ ذوق بھی تھا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ حکومت کے کاروبار میں اس نے جو بھی کام کئے تاریخ کے اوراق اس کے گواہ ہیں

---

[۱] منتخب التواریخ حصہ دوم صفحہ ۳۰۱ و صفحہ ۳۰۲

یہاں ان چیزوں سے بحث نہیں ہے۔ جہانگیر عیش پسند ہونے کی وجہ سے شراب کا بھی عادی تھا مورخین نے اکثر جگہ اس کا تذکرہ کیا ہے جہانگیر خود اپنی تزک میں اعتراف کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اس نے عمر کے ۱۸ ویں سال سے ہی شراب پینا شروع کی[۱] شراب کا اس قدر عادی ہو چکا تھا کہ وہ دن میں بیس سے زیادہ پیالیاں تیز شراب کی پیتا تھا۔ لیکن اس کی زندگی کا قابلِ ذکر واقعہ ہے کہ باوجود شراب سے دل بستگی ہونے کے تدریجاً وہ اس سے متنفر ہوتا گیا اور اس نے ہر روز شراب کی مقدار کم کر دی یہاں تک کہ آخر میں وہ شراب محض اس لئے پیتا تھا کہ ہاضمہ اچھا رہے۔ جیسا کہ اس کے اپنے الفاظ سے ظاہر ہے:

"در اوایل چوں بخوردن آں حریص بودم گاہی تا بیست پیالہ عرق دو آتشہ تناول میشد...... در ایں ایام خود محض برائے گوارش طعام میخورم۔"[۲]

اس کی اپنی تحریر سے پتہ چلتا ہے کہ اس نے ایک فرمان جاری کر کے شراب اور دیگر نشہ آور چیزوں کو اپنے قلمرو میں ممنوع قرار دیا:

"چہارم شراب ...... نہ سازند و نفرشند"[۳]

اس قسم کا فرمان جاری کرنے کا مقصد یہی تھا کہ لوگ شراب سے پیدا ہونے والے خطروں سے محفوظ رہ سکیں چنانچہ فرمان جاری کرنے کے بعد جہانگیر نے اس بات کی بھی کوشش کی کہ کوئی فرد اس شاہی فرمان کی خلاف ورزی نہ کرے چنانچہ اس نے ان لوگوں کو جنہوں نے شاہی فرمان کو پس پشت ڈال کر شراب پی سخت سزائیں دیں۔ شری رام شرما کا بیان ہے کہ بعض امرار نے شاہی فرمان کو نظر انداز کر کے شراب پی اور شاہی عتاب کے مرتکب ہوئے۔[۴]

جہانگیر کے بعد مغلیہ حکومت کی باگ ڈور شاہجہاں کے ہاتھ آئی۔ شاہ جہاں کا دور مغلیہ تاریخ کا ایک اہم دور ہے گو جنگی معرکہ آرائیاں اس کے دورانِ حکومت میں بہت کم ہوئیں تاہم نظامِ حکومت میں اس نے جو اصلاحی کام کئے ہیں قابلِ احترام و قابلِ تعریف ہیں چوں کہ ان کا ذکر مضمون کا اصل مقصد نہیں ہے اس لئے اسے ہم تاریخ کے اوراق تک ہی محدود رکھتے ہیں۔ البتہ مضمون سے متعلق اس

---

۱ تزکِ جہانگیری ص ۱۵۲ ۲ ایضاً ۳ ریلیجس پالیسی آف دی مغل امپرر س ۔۔۔

شاہنشاہ کے متعلق جو بھی معلومات ملتی ہیں ان کا ایک تذکرہ لازمی و ضروری ہے ۔ شاہجہاں جیسا کہ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے دخترِ رز سے اپنا دامن بچا نہ سکا ۔ اس کا شراب سے دوچار ہونے کا واقعہ صرف تاریخی ہی نہیں بلکہ دلچسپ بھی ہے ۔ یہ حقیقت ہے کہ عمر کے چوبیس سال تک شاہجہاں نے اپنے آپ کو شراب سے بچائے رکھا تھا گویا عمر کا بہترین حصہ اس نے بہتر سے بہتر طریقہ پر گذارا اور بلاشبہ وہ تادمِ آخر شراب سے اجتناب کرتا لیکن اس کے باپ جہانگیر نے اسے شراب سے دوچار کیا جس کا ذکر جہانگیر خود اپنی تزک میں تفصیلاً کرتا ہے اس کا بیان ہے کہ شاہجہاں جس وقت چوبیس سال کا تھا اس کا جشنِ وزن منایا گیا ۔ اس موقع پر جہانگیر نے اس سے کہا کہ وہ صاحبِ اولاد ہے اب وہ چند موقعوں پر مثلاً روزہائے جشن اور نوروز کے موقع پر شراب پیا کرے لیکن اعتدال کا پہلو ہاتھ سے نہ چھوڑے ۔ اس ضمن میں جہانگیر بوعلی کے اشعار بھی نقل کرتا ہے جو اس خیال کے طرفدار ہیں ۔ جہانگیر کا بیان یوں ہے ۔

"در بیست و پنجم روز جمعہ وزن فرزند خرم واقع شد تا سال حال کہ سنش به بیست و چہار سالگی رسید وہ کد خدائیہا کردہ و صاحب فرزندان شدہ اصلا بہ خوردنِ شراب آلودہ نساختہ بود دریں روز کہ مجلس وزن او بود گفتم کہ بابا صاحب فرزندان شدہ و بادشاہان و بادشاہزادگان شراب خوردہ اند امروز کہ روزِ جشن وزن تست بتو شراب میخورانیم و رخصت میدہیم کہ در روزہائے جشن و ایام نوروز و مجلسہائے بزرگ میخوردہ باشی اما طریقہ اعتدال مرعی داری کہ خوردن باندازہ کہ عقل را زائل کند دانایان روا نداشتہ اند و میباید کہ از خوردن آں غرض نفع و فائدہ باشد و بوعلی کہ بزرگ طبقہ حکما و اطباست ایں رباعی را بنظم در آوردہ :

می دشمنِ مست و دوستِ ہوشیار است   اندک تریاق و بیش زہر مار است
در بسیارش مضرت اندک نیست   در اندک او منفعت بسیار است [1]

لیکن شاہجہاں نے بہت جلد اسے ترک کر دیا ۔ مورخین کا بیان ہے کہ شاہجہاں نے شراب سے اسی طرح توبہ کی جیسے اس کے جدِ امجد بابر نے کی تھی چنانچہ اس ضمن میں بنارسی پرشاد کے الفاظ قابلِ ذکر

[1] تزک جہانگیری ص۱۵۱

ہیں۔ مورخ موصوف کا ماخذ قزوینی کی تاریخ بادشاہنامہ ہے مورخ کا بیان حسب ذیل ہے

"He always held Babur and Timur as Ideal and Followed the example of his ancestors by Taking a vow never to touch wine again. His entire stock of wine was ordered to be thrown in to the chambal, and the Precious cups of Gold and silver were broken and were distributed among the Poor and needy." ؎

شاہجہاں نے اس کے علاوہ یہ بھی موزوں سمجھا کہ اس مہلک شے کو اپنی رعایا سے دور رکھے چنانچہ اس نے ایک شاہی فرمان جاری کیا جس کی رو سے شراب کو اپنی حکومت میں ممنوع کر دیا اور ان لوگوں کو سخت سزائیں دیں۔ جنہوں نے شاہی فرمان کی خلاف ورزی کی۔

غلامانِ اسلام

تالیف مولانا سعید احمد صاحب ایم اے رفیق ندوۃ المصنفین

اسّی کے قریب ان صحابہ، تابعین، تبع تابعین، فقہا اور محدثین اور اربابِ کشف و کرامات اور اصحابِ علم و ادب کے سوانح حیات اور کمالات و فضائل بڑی تحقیق و تلاش سے جمع کئے گئے جنہوں نے غلام یا آزاد غلام ہوتے کے باوجود ملت کی عظیم الشان خدمتیں انجام دیں۔ جنھیں اسلامی سوسائٹی میں عظمت کی کرسی پر بٹھایا گیا اور جن کے علمی، تاریخی، مذہبی اور اصلاحی کارنامے اس قدر شاندار اور روشن ہیں کہ اُن کی غلامی پر آزادی کو بھی رشک آتا ہے یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ ایسی محققانہ دلچسپ اور معلومات سے بھرپور کتاب۔ اس موضوع پر اب تک کسی زبان میں شائع نہیں ہوئی، صفحات ۴۰۸ بڑی تقطیع۔

قیمت ﷺ، مجلد ﷴ

بلاذری کی انساب الاشراف

از

جناب ڈاکٹر خورشید احمد صاحب فارق
(استاذ ادبیات عربی دہلی یونیورسٹی)

برسوں سے اس کتاب کو پڑھنے کا شوق تھا۔ یوں تو پرانے مصنفوں کی تالیفوں میں اس کے بہت سے اقتباس موجود ہیں جن کو بغیر اعتراف ماخذ نقل کر دیا گیا ہے لیکن ایسے مصنف بھی گذرے ہیں جنھوں نے اپنی کتابوں میں انساب الاشراف کے حوالے دئے ہیں اور اس کو سراہا ہے، ان میں مسعودی مصنف مُروج الذہب، اِصابہ کے مصنف ابن حجر، وَفَیاتُ الاعیان کے مصنف ابن خلکان اور تاریخ دمشق کے مصنف ابن عساکر خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

افسوس ہے کہ یہ قیمتی کتاب اب تک نہیں چھپی اس کا ایک حصہ ۱۸۸۳ء میں المانی مستشرق اہلوارڈ نے غریفسوالڈ میں چھاپا تھا، یہ حصہ عبدالملک بن مروان کی خلافت پر مشتمل ہے اور اس کا مخطوط فاضل مذکور کو برلن لائبریری میں ملا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ کتاب کا چوتھائی حصہ بشکل مخطوط پیرس لائبریری میں موجود ہے، لیکن پوری کتاب کا نسخہ صرف استنبول کے کتب خانہ میں پایا جاتا ہے۔ ۱۹۰۲ء میں مستشرقین کی بین الاقوامی کانگریس میں اس کتاب کے مکمل نسخہ کی دریافت کا پہلی بار اعلان ہوا اور اس کو چھاپنے کا منصوبہ بنایا گیا، مختلف دقتوں کی وجہ سے کتاب نہ چھپ سکی۔ پھر برسوں بعد اس کو چھاپنے کی مہم عبرانی یونی ورسٹی فلسطین کے شعبۂ مشرقیات کو سونپی گئی، وہاں ۱۹۳۶ء اور پھر ۱۹۳۸ء میں اس کا کچھ حصہ چوتھی اور پانچویں جلدوں کی شکل میں دو فاضلوں کی محنت سے بڑی آب و تاب کے ساتھ شائع ہوا۔ میں بہت خوش تھا کہ جلد یہ نفیس کتاب بازار میں آجائے گی۔ لیکن افسوس ہے کہ عبرانی یونی ورسٹی کے کارکن شروع کئے ہوئے کام کو آگے نہ بڑھا سکے، جنگ شروع ہو گئی، پھر

عرب اور اسرائیل کے تعلقات خراب ہو گئے۔

قاہرہ کے دار الکتب نے اس کتاب کا استنبول سے فوٹو لے لیا تھا جو بارہ موٹی جلدوں پر مشتمل ہے، کچھ عرصہ ہوا عرب لیگ (الجامعۃ العربیۃ) نے ایک شعبہ احیار مخطوطات عربیہ کے نام سے قائم کیا ہے اور اس کا ارادہ اپنی نگرانی میں کتاب کو چھاپنے کا ہے، دیکھئے یہ تاریخی خزانہ کب ہمارے سامنے آتا ہے۔ اس کی آٹھ جلدیں عرب لیگ کے شعبۂ مخطوطات میں دار الکتب سے آگئی ہیں، باقی چار ہنوز دار الکتب ہی میں ہیں۔ مجھے بتایا گیا کہ اس کی دوسری اور تیسری جلدیں تصیح کے لئے ایڈیٹروں کے پیش نظر ہیں[۱]۔

کل کتاب دو ہزار چار سو چون ۲۴۵۴ صفحوں پر مشتمل ہے، صفحہ کا پیمانہ اندازاً ۹×۴ انچ ہے اور ہر صفحہ پر سینتیس ۳۷ سطریں ہیں، قلم درمیانی، کتابت گنجلک ہے، آخری جلدوں کا فوٹو صاف نہیں ہے، جگہ جگہ لفظ اور حروف مٹ گئے ہیں، یا اُن کی شکل بگڑ گئی ہے۔ کاتب کم سواد تھا، اس لئے کتابت کی غلطیاں زیادہ ہیں۔

بلاذری غالباً دوسری صدی ہجری کے خاتمہ پر پیدا ہوئے اور ۲۷۹ھ میں وفات پائی۔ بغداد میں رہتے تھے، خلافت عباسی کے مرکزی دفتر میں فارسی سے عربی میں ترجمہ کرتے تھے، ان کا ایک ترجمہ عہد اردشیر آج تک مشہور ہے۔ ترقی کرتے کرتے مُتوکّل باللہ کے مصاحبوں میں ہو گئے، ان کے بعد مُستعین باللہ اور پھر مُعتز باللہ نے انھیں اپنے ندیموں میں رکھا، آخر الذکر نے اپنے لڑکے کی اتالیقی بھی ان کے سپرد کی۔ فارسی اور عربی ثقافت میں رنگے ہوئے تھے، شاعری کا بھی شوق تھا، شعر میں پھبتیاں بڑی سخت کہتے تھے۔ ان کی دو ۲ کتابیں مشہور ہیں اور دونوں تاریخی ہیں، ایک فتوح البلدان اور دوسری انساب الاشراف جس کا نام ابن الندیم نے اپنی فہرست (لیبزگ ص۱۱۳) میں کتاب الاخبار والانساب دیا ہے جو مضامین کتاب کو دیکھتے ہوئے بہت مناسب ہے،

---

[۱] میں رشاد عبد المطلب صاحب انچارج شعبۂ مخطوطات عرب لیگ کا ممنون ہوں جنہوں نے میرے مطالعہ کے لئے یہ دونوں جلدیں اڈیٹروں سے منگوانے کی زحمت فرمائی۔

فتوح البلدان پہلے لکھی، اس کے حوالے انساب میں جگہ جگہ ملتے ہیں۔

بلاذری کو تاریخ واخبار سے خاص دلچسپی تھی، انھوں نے اپنے وقت کے سب سے ممتاز علمار تاریخ کے حلقوں میں شرکت کی تھی جن میں یہ چند نام قابلِ ذکر ہیں :- مدائنی، ہشام بن عمار، شیبان بن فروخ، ابو عُبیدہ معمر مُثنّیٰ، ابن المدینی، محمد بن سعد (مصنف طبقات الکبیر) ابو عُبید قاسم بن سلّام (مصنف کتاب الاموال)، اس کے علاوہ ان کے پاس وہ سارے رسالے اور کتابیں تھیں جو ان کے ہم عصر اور پہلے کے علمار نے تاریخ اور انساب کے موضوع پر تصنیف کی تھیں۔

جن علمار کی کتابوں سے بلاذُری نے انساب الاشراف میں مواد لیا ہے اور جو بدقسمتی سے فنا ہوگئیں یا پردۂ غیب میں ہیں، ان میں سے چند کے نام یہ ہیں: عُوانہ کلبی متوفی ۱۴۷ھ، ابو مخنف ازدی ہشام کلبی متوفی ۲۰۶ھ، واقدی متوفی ۲۰۷ھ، عُمر بن شبّہ بصری متوفی ۲۶۲ھ، ہیثم بن عدی متوفی ۲۰۷ھ، مدائنی متوفی ۲۱۵ھ، زبیر بن بکّار متوفی ۲۵۶ھ۔

بلاذُری عباسی حکومت کے سایہ میں پلے بڑھے اور عباسی خلفار کی سرپرستی میں زندگی بسر کی تاہم اُن کی کتاب بنو اُمیّہ کے تعصب سے آلودہ نہیں ہے، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ انساب الاشراف میں جتنا تفصیلی ذکر بنو اُمیّہ کا ہے کسی اور کا نہیں ہے اور اس ذکر میں بہت سے نئے نئے حقایق بیان ہوئے ہیں جو دوسری کتابوں میں مفقود ہیں اور جن سے بنو اُمیّہ اور ان کے حاکموں کی سیرت اور سیاست پر تازہ روشنی پڑتی ہے اور وہ غلط فہمیاں دور ہو جاتی ہیں یا ان کے دور ہونے کا قرینہ پیدا ہوتا ہے جو دوسری مروجہ تاریخوں کے مطالعہ سے پیدا ہو گئی ہیں۔

کتاب کی بنیاد خاندانوں پر رکھی گئی ہے جیسے بنو عبد مناف اور بنو عبد شمس، پہلے ان کا نسب بیان ہوتا ہے پھر اِن کے جو افراد مشہور و مقتدر ہوئے ان کا ذکر کیا جاتا ہے، ان میں زیادہ تر ایسے لوگ ہوتے ہیں جو سیاسی یا کسی دوسری حیثیت سے شہرت حاصل کرتے ہیں۔ کتاب ربط ونظم سے بہت جگہ محروم ہے، جس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ مصنف کو موت یا مرض نے ترتیب درست کرنے کا موقع نہیں دیا، فتوح البلدان میں ایسی بے ربطی نہیں ہے۔

میرا خیال ہے کہ بلاذری نے اپنے شیخ ابن سعد کی طبقات کو سامنے رکھ کر یہ کتاب لکھی تھی، کیوں کہ انساب کا انداز طبقات سے بہت مشابہ ہے۔ جس طرح طبقات منظم و مربوط تاریخ نہیں، اسی طرح انساب بھی نہیں ہے، جس طرح طبقات افراد سے بحث کرتی ہے، اسی طرح انساب بھی کرتی ہے، جس طرح طبقات اسناد کا بلیغ اہتمام کرتی ہے، انساب بھی کرتی ہے، فرق صرف اتنا ہے کہ طبقات کے افراد کی ترتیب طبقوں یا شہروں کی بنیاد پر ہوئی ہے جیسے بدریوں، مہاجروں، تابعیوں، کوفیوں، بصریوں اور انساب کے افراد کی ترتیب خاندانوں اور قبیلوں کی بنیاد پر ہوئی ہے جیسے بنو تمیم، قریش، مضر، ہذیل وغیرہ۔

(۲) طبقات کا دائرہ کیا تعداد افراد اور کیا تنوع معلومات کے لحاظ سے انساب کے مقابلہ میں کافی تنگ ہے، اگرچہ طبقات اپنے دائرہ میں بہت مفید کتاب ہے۔

(۳) طبقات میں محدثوں، فقیہوں، اور مفتیوں کا ذکر غالب ہے، انساب میں ارباب سیاست و اقتدار کا۔

(۴) طبقات میں نہ شعر ہے نہ شاعروں کا تذکرہ، انساب میں متعدد نامور شاعروں کے خاکے پیش کئے گئے ہیں اور کئی ہزار اشعار کا قیمتی اور دلچسپ انتخاب جمع کیا گیا ہے۔ یہ اشعار بالعموم کسی سیاسی واقعہ، یا سماجی حادثہ، یا کسی معرکہ جنگ یا کسی شکست یا فتح کی ترجمانی کرتے ہیں اور ہم عصر تاریخ کو ذہن نشین کرانے میں مدد دیتے ہیں۔ خوارج کی شاعری جتنی آپ انساب میں پائیں گے کسی دوسری تاریخ میں نہ پا سکیں گے۔

کتاب کی صحیح تثمین و تقدیر اس وقت تک ناممکن ہے جب تک اس کا شروع سے آخر تک اچھی طرح مطالعہ نہ کیا جائے، مجھے افسوس ہے کہ میں مطالعہ کا حق نہیں ادا کر سکا، اگرچہ میں نے کئی ہفتے تین چار گھنٹے یومیہ کے حساب سے اس پر صرف کئے۔ بایں ہمہ کتاب کی چند بنیادی حیثیتیں واضح ہو گئی ہیں: کتاب کا اکثر حصہ مطبوعہ تاریخوں کی معرفت ہم تک پہنچ چکا ہے، کم حصہ اچھوتا اور نیا ہے، لیکن کم ہونے کے باوجود یہ حصہ بہت قیمتی ہے اس کو پڑھ کر اسلام کی تاریخی شخصیات کے بارے میں مسلمہ نظریات و آراء میں ترمیم

واصلاح کی ضرورت محسوس ہونے لگتی ہے۔

(۲) کتاب میں خلافت راشدہ اور بنو اُمیہ کی تاریخ کے بہت سے اجمال کی تفصیل موجود ہے۔

(۳) تاریخ کے دھاگے جہاں جہاں ٹوٹ گئے ہیں یا اُلجھ گئے ہیں ان کو جوڑنے اور سلجھانے میں اس کتاب سے مدد ملتی ہے۔

(۴) جن سیرتوں کی تصویر کا ایک رُخ ہم نے دیکھا تھا، ان کی سیرت کے دوسرے رُخ کی جھلکیاں بھی ہمارے سامنے آجاتی ہیں۔

اس قدر ضخیم ہونے کے باوجود اسلام کے ڈیڑھ سو سال کی تاریخ تک محدود ہے، رسول اللہؐ خلفائے راشدینؓ، بنو اُمیہ اور بنو عباس میں صرف منصور اس کتاب کے ماہتاب و آفتاب ہیں جن کے گرد سینکڑوں سیارے سیاسی، اداری، فقہی اور ادبی شخصیات کی صورت میں گردش کرتے ہیں لیکن ان چاند ستاروں میں سے کسی ایک کے عہد، سیرت اور عمل کی صرف رسول اللہ کو چھوڑ کر، جامع اور مربوط تاریخ نہیں پیش کی گئی ہے بلکہ ان کے حالات زیادہ تر روایتوں، مختصر واقعات اور اشاروں کے ذریعہ بیان کئے گئے ہیں، جن کی سند کا پورا پورا اہتمام کیا گیا ہے اور جن کو متعدد مورخوں یا شیوخ تاریخ کی متفقہ سند حاصل ہوتی ہے ان کو ہمارا مصنّف "قالوا"، کہہ کر پیش کر دیتا ہے۔ یہ چھوٹی بڑی روایتیں ہیں بہت کام کی، کیوں کی ان کی مدد سے تاریخ اور تاریخی اشخاص کی سیرت اور عمل کے وہ گوشے روشن ہو جاتے ہیں جو مبسوط تاریخوں مثلاً طبری کے مطالعہ سے صاف نہیں ہوتے یا ہمیں بالکل نئے اکتشاف ملتے ہیں جو ہماری تاریخی معلومات کے مصحف میں انقلاب آفریں باب کی حیثیت رکھتے ہیں، یا ہمیں ایسا مواد ملتا ہے جس کی مدد سے ہم تاریخی اشخاص کی سیرت و عمل کی تصویروں میں ایک نئی رنگینی اور نکھار پیدا کر سکتے ہیں۔

کتاب کے اہم محتویات اور چند نمونے

جلد اوّل صفحہ ۱ تا ۲۰۰

عرب عاربہ کا نسب۔ قحطان، عدنان اور ان کی اولاد کا ذکر۔ عاد اور عمالیق کی بستیوں کی

تحقیق۔ قریش اوراس کے اکابر کا ذکر۔ کعبہ اوراس کے انتظام کا ذکر۔ عبدمناف کا مفصل نسب واقعہ فیل۔ بئیر زمزم کی کھدائی کا قصہ۔ عبدالمطلب اوران کی اولاد کا ذکر۔ رسول اللہؐ کی ابتدائی زندگی کا ذکر ۴۶ صفحہ تک۔ رسول اللہؐ کی بعثت۔ ابوجہل کا قصہ۔ ابولہب بن عبدالمطلب کا قصہ۔ ذکر اسود بن یغوث اور حارث بن قیس جو رسول اللہؐ کو ستاتے اوراُن کا مذاق اڑاتے تھے دوسرے بارسوخ قریشیوں کا ذکر۔ اُمیہ، اُبی اوراُن جیسے دوسرے لوگوں کا ذکر جو رسول اللہؐ کی توہین وتکذیب کرتے تھے۔ مُستضعفین یعنی ان مسلمانوں کا ذکر جو گوناگوں مجبوریوں سے مکہ نہ چھوڑ سکتے تھے اور قریش کے ظلم سہتے تھے۔ مہاجرین حبشہ۔ معراج کا قصہ۔ ہجرت رسول اللہؐ۔ قبیلۂ خزرج کے منافقوں اوراُن کی شرارتوں کا ذکر۔ قبیلۂ اوس کے منافقوں اوران کی شرارتوں کا ذکر۔ مدینہ کے ممتاز یہودی۔ رسول اللہؐ کے غزوات کا تفصیلی ذکر، ۱۲۵ - ۱۷۸ صفحہ تک۔ رسول اللہؐ کی سراپا کا ذکر۔ رسول اللہؐ کی صورت اوراخلاق۔ رسول اللہؐ کی بیگمات کا ذکر۔ اس کے ساتھ پہلی جلد ختم ہوجاتی ہے۔

دوسری جلد ۲۰۱ سے ۴۰۰ صفحہ تک

رسول اللہؐ کی بیگمات (جاری) اور شادیاں ۲۰۶ سے ۲۱۷ صفحہ تک، رسول اللہؐ کی اولاد، ۲۱۷ سے ۲۲۵ تک، رسول اللہؐ کے موالی اور خدمتگار ۲۲۵ - ۲۳۷، یہاں اچانک مُغیرہ بن شعبہ اوراُن پر الزام زنا کا قصہ آجاتا ہے۔ ابوبکرۃ کا ذکر جنہوں نے مغیرہ پر الزام لگایا تھا۔ رسول اللہؐ کے لباس کا ذکر۔ ص ۲۴۵۔ رسول اللہؐ کے غلام۔ رسول اللہؐ کے افسر ص ۲۴۵۔ رسول اللہؐ کے کاتب۔ اُن عورتوں کا ذکر جن کا نام فاطمہ اور عاتکہ تھا۔ رسول اللہؐ کی علالت ۲۶۱ - ۲۷۸، سقیفہ بنی ساعدہ میں حضرت ابوبکرؓ کی بیعت اورانصار کی شورش کا ذکر۔ زُبیر بن عوّام اوراُن کی اولاد۔ رسول اللہؐ کے چچا ابوطالب کا مفصل ذکر۔ جعفر اور عبداللہ بن جعفر۔ عقیل بن ابی طالب (انساب قریش)۔ کوفہ میں حضرت حسین کے سفیر مُسلم بن عقیل اوران کے قتل کا ذکر۔ حضرت علی اوران کے متعدد خطوط کا ذکر (جو غالباً نہج البلاغہ میں بھی موجود

ہیں) - ۲۱۳ - ۲۳۶)، - حضرت علیؓ کی اولاد - حضرت علیؓ کی بیعت - جنگ جمل ۲۴۶ - ۲۶۳)، - جنگ صفین ۲۶۳ - ۲۸۵ - حکمین کا قصہ - جنگ نہروان - اس جنگ کے بعد حضرت علی کے حالات کا ذکر - اس کے ساتھ دوسری جلد ختم ہوتی ہے -

ہم تاریخ میں پڑھتے ہیں کہ جنگ نہروان (۳۸ھ) کے بعد حضرت علی کی فوج میں اچانک بددلی پیدا ہو گئی تھی، تحکیم کے بعد حضرت علی معاویہ سے لڑنے نکلے تھے کہ خوارج سے نمٹنا پڑا - کئی ہزار خارجی مارے گئے، ان میں زیادہ تر کوفہ کے قرآن خوان اور تہجد گذار لوگ تھے خوارج کو ٹھکانے لگانے کے بعد حضرت علی نے فوج سے کہا کہ اب شام کا رخ کرو جہاں تمہارا سب سے بڑا دشمن ہے، پر لیڈران فوج نے شام جانے سے انکار کیا اور یہ بہانہ کر کے کوفہ آ گئے کہ ہتیار درست کر لیں اور ہمارے گھوڑے فربہ ہو جائیں تو معاویہ سے لڑنے چلیں گے، لیکن پھر کبھی وہ معاویہ سے لڑنے نہیں گئے، حضرت علی نے ان کو مستعد جنگ کرنے کے لئے ہر ممکن کوشش کی، بڑی جوشیلی تقریریں کیں، بہلایا، غیرت دلائی - ڈانٹا ڈپٹا، مگر ان کا جمود نہ ٹوٹا - جہاں تک مجھے یاد ہے ہماری مطبوعہ کتابوں میں حضرت علی کے اکابر فوج اور قبائلی لیڈروں کے جمود و نافرمانی کی کوئی معقول توجیہ نہیں ہے، اس سلسلہ میں بڑی سے بڑی وجہ جو مجھے معلوم ہوئی ہے وہ اغانی اور شرح نہج البلاغہ میں مدائنی کی یہ رائے ہے کہ چوں کہ حضرت علی تقسیم خراج میں موالی و غیر موالی یعنی خالص عربوں میں امتیاز نہ کرتے تھے اس لئے کوفہ کے اکابر ان سے بگڑ گئے تھے، لیکن یہ توجیہ دل کو مطمئن نہیں کرتی، سبب یہ ہے کہ جمود و نافرمانی جنگ نہروان سے شروع ہوئی اور تقسیم خراج میں عدم مساوات اس وقت سے ہو رہی تھی جب ۳۶ھ میں حضرت علی کوفہ تشریف لائے تھے - اس گتھی کو بلاذری کی ان روایتوں نے سلجھا دیا ہے :-

"تحکیم کے بعد جب اہل شام نے حضرت معاویہ کو خلیفہ بنا لیا اور ان کو حضرت علی کی نہروان میں خوارج سے جنگ کی خبر ملی تو انھوں نے حضرت علی کے فوجی لیڈروں جیسے اشعث بن قیس سے خط و کتابت کی اور انھیں سبز باغ دکھائے، عزت، دولت اور منزلت کے وعدے کئے، جس

سے وہ حضرت علی سے ٹوٹ کر حضرت معاویہ کی طرف مائل ہو گئے اور حضرت علی کے ساتھ معاویہ سے لڑنے جاتے ہوئے کسمسانے لگے۔ حضرت علی ان سے چلنے کو کہتے پر وہ دھیان نہ دیتے، وہ جہاد کی دعوت دیتے لیکن وہ سنی ان سنی کر دیتے، اسی بنا پر معاویہ کہا کرتے: صفین کے بعد علی سے میری لڑائی میں نہ لشکر کی ضرورت پڑی، نہ سامان جنگ کی"۔ ... ہشام بن عماد دمشقی ۲/ ۴۰۰

(۲) عقبہ بن ابی معیط کے صاحبزادے عمارہ نے کوفہ سے حضرت معاویہ کو لکھا:۔" علی کے قرآن خوان اور زہد کیش ساتھیوں نے ان سے بغاوت کی (خوارج کی طرف اشارہ ہے) علی ان سے لڑے اور قتل کر ڈالا (نہروان میں) اس کا اثر یہ ہوا کہ ان کا لشکر اور اہل کوفہ (جن کے عزیز نہروان میں مارے گئے) ان سے بگڑ بیٹھے ہیں ان کے دلوں میں ایک دوسرے کی عداوت پیدا ہو گئی ہے اور ان کی یکجہتی پارہ پارہ ہو گئی ہے"۔ ... لوط بن یحییٰ ۲/ ۴۰۰۔

تیسری جلد ۴۰۱ - ۶۰۰

حضرت علی کی خلافت میں مصر کے حالات۔ مصر کے گورنر محمد بن ابی بکر اور محمد بن ابی حذیفہ کا ذکر۔ خریت کی بغاوت ۴۰۹ - ۴۱۲ - معاویہ کی طرف سے عبداللہ بن حضرمی کی بصرہ پر چڑھائی۔ معاویہ کی طرف سے حضرت علی کے قلمرو پر دھاوے۔ حضرت علی کی طرف سے معاویہ کی سرحدوں پر چھاپے۔ حضرت علی کے قتل کا ذکر صفحہ ۴۲۷۔ حضرت حسن کی خلافت اور حضرت معاویہ سے ان کی صلح ۴۲۷ - ۴۵۹ - اس کے بعد یکایک خلیفہ عباسی منصور کی خلافت کا ذکر آجاتا ہے اور اس میں ایک اہم بحث شروع ہوتی ہے یعنی خاندان علی کے دعویداران خلافت سے منصور کے تعلقات اور بنو امیہ کے عہد میں خاندان علی کے سیاسی اکابر کی بغاوتیں ۴۵۷ - ۵۱۸ - حضرت حسین کی مکہ سے روانگی اور جنگ کربلا، ۴۷۹ - ۵۰۲ - زید بن علی بن حسین کے بنو امیہ سے تعلقات اور ان کا قتل ۵۰۲ - ۵۱۲ یحییٰ بن زید بن علی بن حسین کے بنو امیہ سے تعلقات اور ان کا قتل۔ ۵۱۲ - ۵۱۵، ابن الحنفیہ کا ذکر، عباس بن عبدالمطلب اور ان کی اولاد، ان میں عبداللہ بن عباس کا ذکر ۵۲۸ سے ۵۷۵ تک۔ عباسی دعوت کی ابتدا، ترقی اور انتہا، عباسی دعوت کے عجمی کارکنوں کا ذکر۔ تیسری جلد یہاں ختم ہو جاتی ہے۔

خاندانِ علی کے بنو اُمیّہ سے تعلقات کے باب میں متعدد قیمتی انکشاف ملتے ہیں، چند نمونے ملاحظہ ہوں:۔

(۱) سنہ ۴۱ھ میں حضرت حسن اور معاویہ کے مابین صلح ہوئی اور سنہ ۴۹ھ میں حضرت حسن نے وفات پائی۔ ان نو برس میں وہ برابر بیمار رہے۔ ان کی موت اور مرض کے بارے میں بلاذری لکھتے ہیں: بہت سے ثقہ مورخ کہتے ہیں کہ عراق سے مدینہ آنے کے بعد حضرت حسن کا مرض طول پکڑتا گیا۔ اطبا کی رائے تھی کہ انھیں سِل یا پُرانا سنجار ہو گیا ہے، اس مرض میں انھوں نے شہد کا شربت پیا جس سے انتقال ہو گیا۔

قول ضعیف کے طور پر بلاذری نے وہ روایت بھی نقل کی ہے جس میں ہے کہ معاویہ نے حضرت حسن کی ایک بیوی سے ساز باز کر کے زہر دلوا دیا تھا۔

(۲) مدینہ کے گورنر مروان نے معاویہ کو خبر دی کہ حضرت حسین کوئی سیاسی انقلاب برپا کرنے والے ہیں کیوں کہ لوگ ان کے پاس بہت آ جا رہے ہیں۔ معاویہ نے مروان کو لکھا: "جب تک حسین حکومت کے خلاف کوئی عملی قدم نہ اُٹھائیں ان سے تعرض نہ کیا جائے"۔ ساتھ ہی انھوں نے حضرت حسین کو یہ خط بھیجا:۔ "تمھارے بارے میں مجھے ایسی خبریں ملی ہیں جو اگر صحیح ہوں تو کچھ بعید نہیں، کیوں کہ میں نہیں سمجھتا کہ تم خلافت کے لئے جدوجہد کی خواہش چھوڑ چکے ہو اور اگر یہ خبریں غلط ہیں تو تم بڑے ہی خوش نصیب ہو ...... کوئی ایسا کام نہ کرو کہ میں تم سے دوستی اور مودّت کے تعلقات توڑنے پر مجبور ہوں اور بد سلوکی سے پیش آؤں، کیوں کہ تم اگر کوئی غلط قدم اُٹھاؤ گے تو میں بھی اُٹھاؤں گا، اگر میرے ساتھ چال چلو گے تو میں بھی تمھارے ساتھ چلوں گا۔ حسین خدا سے ڈرتے رہو، مسلمانوں میں پھوٹ نہ ڈالو، ان کو خانہ جنگی کی طرف نہ دھکیلو"۔ مورخ کہتے ہیں کہ حضرت حسین نے اس خط کا سخت جواب دیا پہلے زیاد کے شیعوں سے تشدّد اور حجر بن عدی کے قتل پر معاویہ کو ملامت کی اس کے بعد لکھا: "خدا نے تم پر یہ مصیبت ڈالی ہے کہ جب سے پیدا ہوئے "صالحین" کے ساتھ چالیں چلتے رہے ہو، جتنا جی چاہے مجھ سے بھی چالیں چل لو! خط کے خاتمہ پر والسلام علیک کی جگہ

یہ الفاظ تھے: والسلام علی من اتبع الھدیٰ۔ جو غیر مسلموں کو لکھے جاتے ہیں۔ جب حضرت معاویہ نے اپنے مشیروں سے اس خط کی شکایت کی تو انھوں نے کہا آپ بھی ایسا ہی ترش خط لکھئے جس میں حضرت حسین اور علی کی توہین ہو۔ معاویہ نے کہا: اگر میں ان کے والد کی شان میں بُرا کلمہ لکھوں گا تو یہ جھوٹ ہوگا اور پھر میرے شایان شان کہاں کہ لوگوں کی خواہ مخواہ عیب جوئی کیا کروں۔ میں حسین کی بھی برائی نہیں کروں گا، میری رائے تھی کہ دھمکیوں سے بھر لخطان کو لکھوں، پھر یہ خیال بھی چھوڑ دیا۔ راوی کہتا ہے کہ حضرت حسین کے اس درشت مراسلہ کے بعد بھی معاویہ کے طرز عمل میں کوئی فرق نہ آیا، وہ بدستور حضرت حسین کو وہ سارے نذرانے اور تحفے بھیجتے رہے جو پہلے بھیجا کرتے تھے۔ ہر سال دس لاکھ درہم (تقریباً پانچ لاکھ روپئے) اور ہر قسم کا دوسرا سامان۔

(۳) یزید کے آزاد کردہ غلام (مولی) نے بیان کیا کہ جب حضرت حسین کا سر یزید کے سامنے رکھا گیا تو میں نے دیکھا کہ وہ رونے لگا اور غصہ میں آکر کہا: خدا غارت کرے ابن مرجانہ (عبید اللہ بن زیاد) کو، اگر وہ حسین کا رشتہ دار ہوتا تو کبھی یہ سلوک نہ کرتا"۔ اخبار الطوال میں بھی اس سے ملتا جلتا مضمون موجود ہے۔

(۴) "علماء تاریخ کہتے ہیں کہ جب معاویہ نے یزید کو اپنا جانشین بنانے کے لئے لوگوں سے بیعت لی تو ابن الحنفیہ نے خوشی خوشی بیعت کرلی، اس وجہ سے معاویہ ان کے بہت ممنون تھے اور ان کو نذرانے دیا کرتے تھے، اور کہتے کہ سارے قریش میں محمد بن علی (یعنی ابن الحنفیہؒ) سے زیادہ بردبار، زیادہ عالم، زیادہ سنجیدہ مزاج، اور غرور طیش اور آلودگی سے زیادہ پاک صاف کوئی دوسرا شخص نہیں ہے ..... یزید بھی ابن الحنفیہ کی اس ادا کی قدر کرتا تھا کہ انھوں نے بطیب خاطر اس کی بیعت کرلی تھی۔ معاویہ کے بعد جب یزید خلیفہ ہوا تب بھی اس نے ابن الحنفیہ کی طرف سے کوئی بُری بات نہیں سُنی اور ان کو اپنی بیعت پر قایم اور اپنے عہد وفاداری پر ثابت قدم پایا۔ وہ ابن الحنفیہ کا پہلے سے زیادہ مداح ہوگیا اور ان کے ساتھ زیادہ لطف ومحبت سے پیش آنے لگا، جب حضرت حسین کربلا میں قتل کئے گئے اور ابن الزبیر نے خلافت کا دعویٰ کیا تو یزید نے ابن الحنفیہ کو لکھا کہ میں

تم سے ملنے کا مشتاق ہوں اور چاہتا ہوں کہ تم یہاں آکر مجھ سے ملاقات کرو۔ ابن الحنفیہ کے صاحبزادے عبداللہ کو اس دعوت کا علم ہوا تو انھوں نے کہا: ابا جی آپ یزید کے پاس نہ جائیے گا، مجھے اس کی طرف سے اطمینان نہیں ہے۔" پر ابن الحنفیہ نے صاحبزادے کی بات نہ مانی اور یزید سے ملنے دمشق چلے گئے۔ جب وہاں پہنچے تو یزید نے ان کے لئے رہائش کا خاص انتظام کیا اور ایک معزز مہمان کے لئے جن چیزوں کی ضرورت تھی وہ سب ان کے لئے فراہم کیں۔ پھر ابن الحنفیہ کو ملاقات کے لئے بلایا اور اپنے بالکل پاس بٹھا کر ان سے کہا: حسین کی موت پر خدا مجھے اور تمھیں اجر خیر عطا کرے، بخدا حسین کا نقصان جتنا بھاری تمھارے لئے ہے اتنا ہی میرے لئے بھی ہے اور ان کی موت سے جتنی اذیت تمھیں ہوئی اتنی ہی مجھے بھی ہوئی ہے، اگر ان کا معاملہ میرے سپرد ہوتا اور میں دیکھتا کہ ان کی موت کو اپنی انگلیاں کاٹ کر یا اپنی آنکھیں دے کر ٹال سکتا ہوں تو بلا مبالغہ دونوں ان کے لئے قربان کر دیتا گو کہ انھوں نے میرے ساتھ زیادتی کی تھی اور خونی رشتہ کو ٹھکرا دیا تھا۔ تم کو ضرور معلوم ہوگا کہ ہم پبلک میں حسین کی عیب جوئی کرتے ہیں، بخدا یہ اس لئے نہیں کہ عوام میں خاندانِ علی کو عزت و حرمت حاصل نہ ہو، بلکہ اس سے ہم لوگوں کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ حکومت و خلافت میں ہم کسی حریف کو برداشت نہیں کر سکتے یہ باتیں سُن کر ابن الحنفیہ نے کہا: خدا تمھارا بھلا کرے، اور حسین پر رحم فرمائے اور ان کے گناہ معاف کرے، یہ معلوم کر کے مسرت ہوئی کہ ہمارا نقصان تمھارا نقصان اور ہماری محرومی تمھاری محرومی ہے، حسین اس بات کے مستحق نہیں کہ تم ان کو بُرا بھلا کہو اور برملا ان کی مذمت کرو۔ امیر المومنین میں درخواست کرتا ہوں کہ حسین کے بارے میں کوئی ایسی بات نہ کہیے جو مجھے ناگوار ہو۔ یزید: میرے چچیرے بھائی، میں حسین کے متعلق کوئی ایسی بات نہ کہوں گا جس سے تمھارا دل دکھے۔" اس کے بعد یزید نے ابن الحنفیہ سے پوچھا کہ تم مقروض تو نہیں انھوں نے کہا نہیں۔ یزید نے اپنے لڑکے خالد کو بلایا اور کہا: بیٹے تمھارے یہ چچا دھوکہ، سفلہ پن، اور جھوٹ سے بالکل پاک ہیں، اگر ان لوگوں سے پوچھتا تم مقروض تو نہیں، تو ضرور کہتے ہم اتنے اتنے مقروض ہیں۔" اس کے بعد یزید نے ابن الحنفیہ کو تین لاکھ درہم کا نذرانہ پیش کیا جو انھوں نے لے لیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ انھیں پانچ لاکھ درہم نقد دئے اور

ایک لاکھ کا سامان یزید ابن الحنفیہ کے سامنے تصنع سے پیش آتا تھا اور ان سے قرآن و فقہ کے متعلق سوالات پوچھتا تھا۔ جب ابن الحنفیہ الوداعی ملاقات کے لئے آئے تو یزید نے کہا: ابو القاسم اگر تم نے میری کوئی بات ناپسند کی ہو تو بتاؤ میں اسے چھوڑ دوں گا، اور تمھارے کہے پر عمل کروں گا۔" ابن الحنفیہ نے کہا: بخدا اگر میں نے کوئی برائی دیکھی ہوتی تو بھلا بے ٹوکے کب رہتا، یقیناً تمھاری توجہ اس کی طرف مبذول کرتا، کیوں کہ خدا نے اہل علم پر یہ ذمہ داری عائد کی ہے کہ لوگوں کو ان کی برائیوں پر متنبہ کریں اور چشم پوشی سے کام نہ لیں، میں نے تو تم میں سب اچھی ہی باتیں دیکھی ہیں۔" اس کے بعد ابن الحنفیہ رخصت ہو کر مدینہ چلے گئے۔

جب مدینہ والوں نے یزید سے بغاوت کی اور اس کی بیعت توڑ کر ابن الزبیر کی طرف مائل ہو گئے اور ان کی سرکوبی کے لئے مسلم بن عقبہ شام سے فوج لے کر آیا تو عبد اللہ بن عمر(؟)، اور عبد اللہ بن مطیع اکابر قریش و انصار کا ایک وفد لے کر ابن الحنفیہ کے پاس آئے اور کہا یزید کی بیعت توڑ کر ہمارے ساتھ اس سے لڑنے نکلو، ابن الحنفیہ نے کہا: "یزید سے کیوں لڑوں اور اس کی بیعت کس لئے توڑوں؟" ارکانِ وفد: اس لئے کہ وہ کافروں کے سے کام کرتا ہے، فاجر ہے، شراب پیتا ہے اور دین سے خارج ہو گیا ہے۔" ابن الحنفیہ نے کہا: خدا سے نہیں ڈرتے کیا تم میں سے کسی نے اس کو یہ کام کرتے دیکھا ہے۔ میں اس کے ساتھ تم سے زیادہ رہا ہوں مگر میں نے تو اس کو کوئی برا کام کرتے نہیں دیکھا۔" وفد نے کہا: تو کیا وہ تمھارے سامنے برے کام کرتا؟" ابن الحنفیہ: تو کیا تم کو اس نے اپنے کرتوتوں سے باخبر کر دیا تھا؟ اگر اس نے یہ برائیاں تمہارے سامنے کی تھیں تو اس کے معنی ہوئے کہ تم بھی ان میں شریک تھے اور اگر تمھارے سامنے نہیں کیں تو تم ایسی بات کہہ رہے ہو جس کا تمھیں علم نہیں ہے۔" یہ سن کر ارکانِ وفد ڈرے کہیں ابن الحنفیہ کے عدم تعاون سے لوگ یزید کے خلاف شریک جنگ ہونے سے انکار نہ کر دیں، اس لئے انھوں نے کہا: اچھا ہم تمھاری بیعت کرتے ہیں اور تمہیں خلیفہ بنانے کو تیار ہیں اگر تم ابن الزبیر کی بیعت کے لئے تیار نہیں ہو۔ ابن الحنفیہ: میں تو لڑوں گا نہیں، نہ اپنی خلافت کے لئے نہ کسی اور کی "لَسْتُ قَاتِلًا تَابِعًا وَلَا مَتْبُوعًا۔"

چوتھی جلد ۶۰۱ — ۸۰۰

مُسلم بن قُتیبہ - ابوجعفر منصور - ابومسلم خراسانی - ابن المُقفَّع - ابن ہرمۃ - عمرو بن عبید معن بن زائدہ - ابوایوب مُوریانی - سوّار بن عبداللہ قاضی بصرہ - حمزہ بن عبدالمطلب - عبدالمطلب کا نسب - عبدشمس کا نسب - معاویہ بن ابی سفیان، ۶۹۵ - ۷۶۲ ۔ معاویہ کے زمانہ میں خوارج کا ذکر ۶۶۲ - ۷۷۴، زیاد بن ابی سفیان ۷۷۴ - ۸۰۰، یہاں چوتھی جلد ختم ہوتی ہے۔

پانچویں جلد ۸۰۱ — ۱۰۰۰

زیاد کا ذکر جاری ۸۱۷ تک - معاویہ کی اولاد - ان میں یزید بن معاویہ کے حالات ۸۱۸ - ۸۲۷، عبداللہ بن زُبیر - جنگ حَرّہ - حصار مکہ - یزید کی اولاد - زیاد بن ابی سفیان کی اولاد ۸۶۱ - ۸۶۳، عبیداللہ بن زیاد اور اس کی اولاد - سفیان بن اُمیہ کی اولاد - سعید بن عاص کی اولاد - عمرو بن سعید بن عاص کا قتل - [تیسرے خلیفہ عثمان بن عفانؓ کے حالات ۹۱۸ - ۹۷۸ تک - حضرت عثمانؓ کی اولاد] یہاں پانچویں جلد ختم ہوتی ہے۔

چھٹی جلد ۱۰۰۱ — ۱۱۹۶

[نُعمان بن بشیر کا قتل - رَبذہ کی جنگ - حَکم بن عاص کی اولاد - مَروان بن حکم اور ان کی اولاد - خلافتِ مروان میں عبداللہ بن زبیر کے حالات ۱۰۲۵ - ۱۰۳۵، توّابین کے حالات - مختار بن ابی عُبید ثقفی کے حالات ۱۰۴۰ - ۱۰۸۵، زُفر بن حارث کلابی - مُصعَب بن زبیر (گورنر عراق) اور اس کا قتل - عبدالملک بن مروان کی خلافت میں عبداللہ بن زُبیر کے حالات ۱۱۲۴ - ۱۱۲۹] خلافت یزید سے لے کر خلافت عبدالملک تک خوارج کے حالات - عبدالملک بن مروان ۱۱۵۹ - ۱۱۸۷، ولید بن عبدالملک سلیمان بن عبدالملک ۱۱۸۷ - ۱۱۹۶ - یہاں چھٹی جلد ختم ہوجاتی ہے۔

ساتویں جلد ۱ — ۲۱۰

عبدالملک کے عہد میں اُستقایا ذکی جنگ اور حجاج بن یوسف کا تقرر بحیثیت گورنر بصرہ

خط کشیدہ حصّے عبرانی یونی ورسٹی کی نشر کردہ چوتھی جلد (قسم ثانی) میں موجود ہیں

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

۱ - ۶۰، عبدالملک کے عہد میں خوارج ۶۰ - ۱۰۵، ولید بن عبدالملک - ولید کے زمانہ میں خوارج ۱۰۵ - ۱۱۸، سُلیمان بن عبدالملک ۱۱۹ - ۱۲۷، سلیمان کے زمانہ میں خوارج ۱۲۷ - ۱۲۸، عبدالعزیز بن مَروان ۱۲۸ - عمر بن عبدالعزیز ۱۲۹ - ۱۶۵، عمر بن عبدالعزیز کے عہد میں خوارج ۱۶۵ - ۱۶۹، عمر بن عبدالعزیز کی اولاد - یزید بن عبدالملک ۱۷۹ - ۱۸۹، یزید بن عبدالملک کے زمانہ میں عمر بن ہُبَیرہ کے حالات -

آٹھویں جلد ۲۱۱ - ۴۲۹

یزید بن مُہَلَّب ۱۹۵ - ۲۲۰، مُہَلَّب کی قندابیل میں مہم ۲۲۰ - ۲۲۸، یزید بن عبدالملک کی اولاد - یزید بن عبدالملک کے عہد میں خوارج - مَسلمہ بن عبدالملک ۲۲۲ - ۲۲۴، مَسلمہ کی اولاد - ہشام بن عبدالملک ۲۲۵ - ہشام کی اولاد - ہشام کے عہد میں خوارج ۲۶۱ - ۲۶۶، ہشام کے زمانہ میں عراق کے گورنر - خالد بن عبداللہ قسری - بلال بن ابی بُردہ - یوسف بن عمر - ابو عاج سُلَمی ۲۶۶ - ۳۰۹، ولید بن یزید ۳۰۹ - ۳۲۷، یزید بن ولید ۳۲۷ - ۳۴۱، ابراہیم بن ولید - محمد بن مَروان اور ان کی اولاد - مَروان بن محمد بن مروان اور ان کی اولاد - سُلیمان بن ہشام بن عبدالملک - مَروان بن محمد کے عہد میں خوارج ۲۵۹، مشہور لڑائیاں (جنگ قُدید، جنگ وادی القُریٰ وغیرہ) مروان بن محمد کا قتل ۳۸۵ - ۳۹۰، مَروان بن محمد کے بیٹے - عمرو بن اُمیّہ کی اولاد - ربیعہ بن عبدشمس کی اولاد - عبدالعُزّیٰ بن عبدشمس کی اولاد - عبدالمطلب بن عبدمناف کی اولاد - قُصَیّ بن کلاب کی اولاد - عبدالدار کی اولاد - یہاں آٹھویں جلد ختم ہوتی ہے -

نویں جلد ۴۲۲ - ۶۳۱

قُصَیّ کی اولاد کا ذکر - زہرہ کی اولاد - عبدمناف کی اولاد - ان میں سعد بن ابی وقاص کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) ما بین القوسین حصّہ عبرانی یونی ورسٹی کی نشر کردہ پانچویں جلد میں موجود ہے - خط کشیدہ حصّے مستشرق المانی اہلوارڈ کی نشر کردہ کتاب میں موجود ہیں - یہ کتاب پتھر کے چھاپہ پر ۱۸۸۳ء میں طبع ہوئی تھی -

حالات ۵۲ھ - ۵۷ھ، سعد کی اولاد - عبدالرحمن بن عوف اور ان کی اولاد - امام زہری کا ذکر تیم بن مُرّہ کی اولاد - ان میں خلیفہ اول ابوبکر کے حالات ۷۰ھ - ۹۱ھ تک، - ابوبکر کی اولاد - مُرّہ کی اولاد میں طلحہ بن عبیداللہ کا ذکر ۹۸ھ - ۵۰۵، - طلحہ کی اولاد - یقظہ بن مُرّہ بن کعب کی اولاد کا ذکر، ان میں خالد بن ولید کے مختصر حالات - سعید بن مُسَیّب ۵۵۳ - ۵۵۷، قیس بن عدی کی اولاد کا ذکر، ان میں عمرو بن عاص کے حالات ۵۷۳ - ۵۷ھ، عمرو بن عاص کی اولاد - عدی بن کعب بن مُرّہ کی اولاد، ان میں عُمر بن خَطّاب کے حالات ۵۷۷ - ۶۳۱ تک، نویں جلد یہاں ختم ہوتی ہے -

دسویں جلد ۶۳۲ - ۸۴۳

عمر بن خطّاب کا ذکر جاری ۶۳۲ - ۶۴۹ تک، عمر بن خطّاب کی اولاد - ان میں عبداللہ بن عمر کے حالات ۶۴۹ - ۶۵۲، - زید بن عمرو بن نُفیل (عدی بن کعب کی اولاد سے) ۶۵۷ ۶۵۸، سعید بن زید بن عمرو بن نُفیل - مُطیع بن اسود بن حارثہ - ابوجہم بن حُذیفہ - عامر بن لُوی بن غالب بن فہر کی اولاد - ان میں ابوعُبیدہ بن جرّاح کے حالات ۶۹۱ - ۶۹۴ تک - کِنانہ بن خُزیمہ بن مُدرکہ بن الیاس بن مُضر اور ان کی اولاد - ابوالاسود دُؤلی ۷۱۰ - ۷۱۳، ہون بن خُزیمہ کی اولاد - ہذیل بن مدرکہ کی اولاد - ان میں عبداللہ بن مسعود کے حالات ۷۵۳ - ۷۶۲، طابخہ بن الیاس بن مُضر بن نزار کی اولاد - عدی بن عبد مناۃ بن اوس بن طابخہ کا نسب اور اولاد، ان میں سُفیان ثوری کے حالات ۷۹۷ - ۸۰۳، ایاس بن مُعاویہ بن قُرّہ بن ایاس بن ہلال قاضی عمر عبدالعزیز کا ذکر ۸۰۹ - ۸۱۵، حاجب بن زُرارہ (عبداللہ بن دارم کی اولاد میں) - یہاں دسویں جلد ختم ہوتی ہے -

گیارہویں جلد ۸۴۴ - ۱۰۵۳

حاجب بن زُرارہ کی اولاد میں فرزدق شاعر (حافظ قرآن) کے حالات، اس کے فسق و فجور اور گندے اشعار کا ذکر ۸۶۶ - ۸۸۵، نہشل بن دارم کی اولاد ۸۹۲ - ۹۰۶ - یربوع

بن حنظلہ کی اولاد - کُلَیب بن یَربُوع بن حَنظلہ کی اولاد - ان میں جریر شاعر کا ذکر ۹۲۷ - ۹۵۱، - خالد بن صفوان بن عبداللہ بن عمرو بن اَہتم ۹۶۷ - ۹۸۱، مُرّہ کی اولاد سے اَحنف بن قیس کے حالات ۹۸۴ - ۱۰۰۰، بہدلہ کی اولاد، ان میں سے زِبرِقان بن بدر کا ذکر ۱۰۰۶ - ۱۰۱۰، عمرو بن تمیم کا نسب اور اولاد ۱۰۲۱ - ۱۰۵۳، یہاں گیارہویں جلد ختم ہو جاتی ہے۔

بارہویں جلد ۱۰۵۴ - ۱۲۵۸

اس جلد کے صفحات پر داغ دھبے بہت ہیں، الفاظ بگڑے اور مٹے ہوئے ہیں۔

تمیم کی اولاد کی مختلف شاخوں اور ممتاز افراد کا ذکر ۱۰۵۴ - ۱۲۵۸؛ ان میں مشہور دانائے عرب اکثم بن صیفی کے حالات، اکثم کا رسول اللہ صلعم کے نام ایک خط اور اس کا جواب بھی ہمارے مصنف نے نقل کیا ہے، اکثم کے بہت سے عقل و دانش سے بھرے مقولے نظم و نثر دونوں میں ۱۰۶۳ - ۱۰۸۷، قیس کا نسب اور اولاد ۱۰۸۷ - ۱۱۰۸، فزارہ کی اولاد، ان میں مشہور مرتد عُیینہ بن حصن کا ذکر۔ ص ۱۱۳۳ سے عبس بن بغیض کی اولاد اور ان کی شاخوں کا ذکر۔ ص ۱۱۴۲ سے انمار بن بغیض کی اولاد اور شاخوں کا مختصر ذکر۔ قُتیبہ بن مُسلم ۱۱۵۰ - ۱۱۵۲، عدوان اور اس کی اولاد۔ فہم بن عمرو کا نسب اور اس کی اولاد - ان میں جاہلی شاعر تأبط شرّا کا مختصر ذکر۔ محارب بن حفصہ کا نسب اور اولاد - مازن بن منصور بن عکرمہ بن حفصہ کی اولاد - ان میں عُتبہ بن غزوان کے حالات ۱۱۷۸ - ۱۱۷۹ - سُلیم کی اولاد - ثقیف کا نسب اور اس کی اولاد - ان میں

(۱) مغیرہ بن شُعبہ کا ذکر ۱۲۰۱ - ۱۲۰۶ -

(۲) حجاج بن یوسف کے حالات ۱۲۰۷ - ۱۲۴۸ -

(۳) یوسف بن عمر گورنر عراق ۱۲۴۹ - ۱۲۵۱؛

(۴) حارث بن کلدہ۔

(۵) ابو محجن شاعر،

(۶) اُمیّہ بن ابی الصلت، کتاب کا خاتمہ وہب بن ابی خُویلد کے مختصر ذکر پر ہوتا ہے۔

فبدل الذین ظلموا الخ الآیۃ کی صحیح توجیہہ

از

(جناب مولوی ضیاء الدین صاحب اصلاحی)

قرآن مجید کی دو سورتوں (بقرہ و اعراف) میں مذکورۃ الصدر فقرہ بیان ہوا ہے اور دونوں سورتوں میں صرف الفاظ کی معمولی کمی وبیشی ہے ورنہ کوئی معنوی فرق نہیں پایا جاتا اس لئے سورۂ بقرہ سے یہ اور اس کی ماقبل آیت نقل کر رہا ہوں،

وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ	اور (یاد کرو) جب ہم نے (بنی اسرائیل) سے کہا
فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا	کہ اس بستی میں داخل ہو جاؤ اور اس میں جہاں جاہو
وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا	عیش کے ساتھ کھاؤ! اور دروازہ میں سجدہ کرتے
حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ وَسَنَزِيْدُ	ہوئے اور کلمۂ استغفار کہتے ہوئے داخل ہو جاؤ تو ہم
الْمُحْسِنِيْنَ ۔ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ	تمھارے گناہوں کو بخش دیں گے اور احسان کرنے والوں
ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ	پر مزید انعام کریں گے پس ظالموں نے اس بات کو بدل
فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ	دیا جو ان سے کہی گئی تھی، تو ہم نے ظلم کرنے والوں پر
السَّمَاۗءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ۝	آسمان سے ان کے فسق کی پاداش میں عذاب نازل کیا۔

ان آیتوں میں علمائے تفسیر نے بہت سارے مباحث قائم کئے ہیں لیکن میں صرف دو سوالات قائم کر رہا ہوں:-

(۱) "ھٰذِہِ القریۃ" سے کون سا قریہ مراد ہے؟

(۲) "فبدل الذین ظلموا" سے یہود کی کون سی تبدیلی مراد ہے؟

اس سلسلہ میں قرآن پاک کے ایک طالب علم کی حیثیت سے میں نے جو کچھ سوچا اور سمجھا ہے

اسے علماء تحقیق اور اصحاب تفسیر کے اقوال کے ساتھ ذکر کروں گا۔

پہلے سوال کے متعلق صاحب تفسیر کبیرؒ نے تین اقوال نقل فرمائے ہیں:۔

(۱) قتادہ اور ربیع کے نزدیک اس سے بیت المقدس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے ابن جریرؒ نے بھی اسی کو ترجیح دیا ہے۔

(۲) بعض کہتے ہیں کہ اس سے مصر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

(۳) ابن عباسؓ اور ابن زید کا خیال ہے کہ اس سے "اریحا" مراد ہے، حضرت شاہ عبد القادرؒ اور مولانا ابو الکلام آزاد کی بھی یہی رائے ہے۔

لیکن اس عاجز کے خیال میں دوسرا قول کسی طرح صحیح نہیں معلوم ہوتا البتہ پہلا اور تیسرا قول یہاں صحیح ہو سکتا ہے لیکن "ھٰذِہِ القریۃ" سے یہاں خیال ہوتا ہے کہ "اریحا" کو مراد لینا ہی صحیح ہوگا، اگرچہ اصل میں بیت المقدس ہی میں داخل ہونے کا حکم دیا گیا ہے لیکن بیت المقدس کی طرح سارے ملک شام کو عمالقہ کے قبضہ سے نکال کر بنی اسرائیل کے سپرد کرنا ہے مگر چونکہ ملک شام میں جاتے ہوئے پہلے یہی قریہ پڑتا ہے اس لئے گمان غالب یہی ہے کہ "ھٰذِہِ الْقَرْیَۃَ" سے "اریحا" ہی مراد ہے اسی لئے بعد میں بیت المقدس کے لئے "وَادْخُلُوا الْبَابَ" کہا گیا ہے اور سورۂ مائدہ میں بیت المقدس کے لئے "ارض مقدسہ" کا لفظ آیا ہے۔ والعلم عند اللہ۔

اب دوسرے سوال کو لیجئے اس کے بارہ میں جمہور مفسرین کی رائے یہ ہے کہ:۔

اللہ تعالیٰ نے جب بنی اسرائیل کو بیت المقدس میں سجدہ ریز ہو کر اور طلب مغفرت کرتے ہوئے داخل ہونے کے لئے کہا تو انھوں نے خدا کے اس حکم میں تبدیلی کر ڈالی اور سجدہ ریز ہونے کے بجائے اکڑتے، اتراتے اور سرینوں کو ہلاتے ہوئے داخل ہوئے اور کلمۂ استغفار کی جگہ "حنطۃ فی شعیرۃ" وغیرہ کہتے ہوئے گئے اسی لئے ان کے بارہ میں "فَبَدَّلَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا" کہا گیا ہے۔

لیکن جمہور مفسرین کے خلاف ابو مسلم اصفہانی کے نزدیک یہاں صرف نافرمانی اور امر الٰہی کی خلاف ورزی مراد ہے یعنی بنی اسرائیل کو جب بیت المقدس میں داخل ہونے کے لئے کہا گیا تو انھوں نے

جانے سے انکار کر دیا اور خدا کی حکم عدولی کی ان کی اسی حکم عدولی اور بغاوت کو تبدیل قول سے تعبیر کیا گیا ہے ابو مسلم نے ایک حد تک بات پتہ کی کہی ہے کیوں کہ یہ بالکل ظاہر ہے کہ یہود نے بیت المقدس میں داخل ہونے سے انکار کر دیا تھا مگر محض امتثال امر کے انکار کو تبدیل کیسے کہا جا سکتا ہے، یہ تو زبان کے استعمالات سے ناواقفیت کی دلیل ہے اور پھر محض تبدیل ہی کا لفظ نہیں بلکہ اس کے ساتھ ہی "قولاً غیر الذی قیل لھم" بھی کہا گیا ہے جس کا صاف اور صریح یہ مطلب معلوم ہوتا ہے کہ ان سے ایک بات کہی گئی اور انھوں نے اس کے علاوہ ایک اور بات بدل لی اور یہ یہود جیسے شرارت پسندوں سے کچھ بعید نہیں تھا کہ خدا کی بات کے مقابلہ میں کوئی اور بات بنا لی ہو کیوں کہ ان کی تاریخ تو اس قسم کے واقعات سے بھری ہوئی ہے قرآن نے جا بجا ان کی اس ذہنیت کو آشکارا کیا ہے مثال کے طور پر صرف ذبح بقرہ کے واقعہ پر غور کرو تو ان کی شرارت اور تبدیل قول کی ہزاروں داستانیں نگاہوں میں رقص کرنے لگیں اسی لئے جمہور مفسرین نے ان کے تبدیل قول کی نشاندہی کی ہے مگر انھوں نے اس سلسلہ میں جن روایتوں پر اعتماد کیا ہے اگر وہ روایت و درایت کے اصولوں پر پوری اتر بھی جائیں جب بھی چند وجوہ سے جنھیں بعد میں بیان کروں گا ان کا قول میرے نزدیک پورے طور پر صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ اس لئے میرے نزدیک ابو مسلم کی طرح جمہور مفسرین کا قول بھی ایک حد تک صحیح ہو سکتا ہے مگر دونوں قولوں کے اندر تھوڑا سا نقص اور سقم اپنی فہم کے مطابق محسوس کر رہا ہوں اس لئے جمہور کے خیال کا ہزار بار احترام کرتے ہوئے بھی اپنی رائے پیش کرنے کی جرأت کرتا ہوں امید ہے کہ ارباب بصیرت اور اہل علم اس پر بھی غور فرمائیں گے۔

میرے خیال میں سب سے زیادہ غور طلب بات یہ ہے کہ یہود سے جب بیت المقدس میں داخل ہونے کے لئے کہا گیا تو انھوں نے جانے سے صاف انکار کر دیا اور اس کے بعد کیا جواب دیا؟ اور یہی جواب اگر کسی دوسری بات میں موجود ہے تو وہی تبدیل قول ہو سکتا ہے اسی لئے اس کا جواب خود قرآن مجید میں ڈھونڈھنا چاہیئے چنانچہ سورۂ مائدہ کی ان آیتوں کو غور سے پڑھئے:-

یٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ (موسیٰ) نے کہا اے قوم کے لوگو! اس مقدس سرزمین

الَّتِیْ کَتَبَ اللّٰہُ لَکُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا
عَلٰٓی اَدْبَارِکُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِیْنَ
قَالُوْا یٰمُوْسٰٓی اِنَّ فِیْھَا قَوْمًا جَبَّارِیْنَ
وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَھَا حَتّٰی یَخْرُجُوْا مِنْھَا
فَاِنْ یَّخْرُجُوْا مِنْھَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ
قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِیْنَ یَخَافُوْنَ
اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمَا ادْخُلُوْا عَلَیْھِمُ
الْبَابَ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْہُ فَاِنَّکُمْ غٰلِبُوْنَ
وَعَلَی اللّٰہِ فَتَوَکَّلُوْٓا اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ
قَالُوْا یٰمُوْسٰٓی اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَھَآ
اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِیْھَا فَاذْھَبْ اَنْتَ
وَرَبُّکَ فَقَاتِلَآ اِنَّا ھٰھُنَا قٰعِدُوْنَ
(مائدہ)

میں داخل ہو جاؤ جسے اللہ نے تمھارے لئے لکھ دیا ہے اور الٹے پاؤں نہ لوٹو کہ گھاٹے میں پڑ جاؤ! انھوں نے کہا اے موسیٰ اس میں تو زبردست لوگ ہیں اور ہم اس میں ہرگز نہیں جائیں گے جب تک کہ وہ وہاں سے نکل نہ جائیں اگر وہ وہاں سے نکل گئے تو ہم داخل ہوں گے دو آدمیوں نے جن پر اللہ کا انعام ہوا تھا اور وہ اللہ کے عذاب سے ڈرتے تھے کہا کہ دشمنوں پر غلبہ حاصل کرکے دروازہ میں داخل ہو جاؤ اور جب تم داخل ہو جاؤ گے تو تمھیں غالب رہو گے اور اللہ ہی پر بھروسہ کرو اگر ایمان والے ہو، انھوں نے کہا اے موسیٰ اس میں ہم کبھی نہ داخل ہوں گے جب تک کہ دشمن وہاں رہیں گے تو اور تیرا خدا جاکر دشمنوں سے لڑے ہم بیٹھے رہیں گے۔

قرآن نے یہاں چل کر سارا معاملہ صاف کردیا اور اب اس کے علاوہ اور کوئی راہ اختیار کرنا مناسب نہ ہوگا کیوں کہ اس سے بڑھ کر اور کیا تبدیل قول ہوسکتا ہے کہ خدا تو انھیں عزت و سیادت کی طرف لانے کے لئے ملک شلم اور بیت المقدس کی امانت و قیادت سپرد کرتا ہے مگر وہ اپنی شرارت و بدبختی کی آخری منزل پر پہنچ جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ زبردست اور طاقت وروں سے لڑنا ہمارے بس کی بات نہیں اس پر جب کچھ لوگوں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تحقیق حال کے لئے بھیجا تو سب نے بیک زبان ہو کر کہا کہ موسیٰ اور موسیٰ کا خدا جاکر لڑیں بھڑیں ہمارے بس کی بات نہیں ہم صرف بیٹھ کر تماشہ دیکھیں گے البتہ دو آدمیوں (یوشع اور کالب) نے جن پر خدا کا بیش بہا انعام ہوا تھا اور جو عذاب الٰہی سے بہت زیادہ خائف تھے لوگوں کو بہت سمجھایا اور آمادہ کیا کہ اگر لوگ خدا سے ڈریں اس پر پورا

بھروسہ کریں اور اپنے اندر پختہ ایمان و یقین پیدا کریں تو سارا ملک شام بڑی آسانی سے حاصل کر سکتے ہیں بشرطیکہ اپنے اندر سے خوف و جبن نکال کر اپنے اندر اعتماد، توکل اور سچا ایمان و یقین پیدا کریں

ع ہم تو مائل بکرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں

پس میرے خیال میں وہی تبدیلِ قول جس کا تذکرہ سورۂ مائدہ کی آیت میں کیا گیا ہے یہاں بھی مراد لینا چاہیئے اور یہی وہ جرمِ شنیع تھا جس کی پاداش میں آسمان سے "رجز" نازل کیا گیا اور ملکِ شام اور ارضِ مقدس کی نیابت و خلافت سے انھیں محروم کر دیا گیا اور چالیس سال تک کے لئے میدان تیہ میں حیراں و سرگرداں چھوڑ دیا گیا تاکہ ایسی نئی نسل برپا ہو جو قید و مشقت کی خوگر ہو اور غلامی کی زنجیروں میں آنکھ کھولنے کے بجائے آزاد ماحول میں پرورش پائے۔

قَالَ فَإِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ أَرْبَعِينَ سَنَةً يَتِيهُونَ فِي الْأَرْضِ فَلَا تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ

یہاں یہ شبہ پیدا ہو سکتا ہے کہ کیا "ادخلوا الباب سجدا و قولوا حطۃ" میں انھوں نے کوئی تبدیلی نہیں کی تھی بلاشبہ کی تھی اسی لئے تو روایتوں میں اس کی تفصیل موجود ہے لیکن یہ تبدیلی تو داخلہ کے وقت جا کر انھوں نے کی تھی لیکن سب سے بڑی اور پہلی تبدیلی جس کا اس آیت میں تذکرہ ہے وہ تو ان ظالموں نے پہلے قدم ہی پر کر دی اور اپنی ڈھٹائی سے بول اُٹھے کہ إِنَّا لَنْ نَدْخُلَهَا أَبَدًا مَا دَامُوا فِيهَا فَاذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هَاهُنَا قَاعِدُونَ۔

پس نتیجہ بحث یہ ہے کہ یہود نے دونوں مقامات پر تبدیلی کی لیکن اولین تبدیلی کا جرم انھوں نے پہلے قدم ہی پر کر دیا اور پھر ان کے ناخلف فرزندوں نے بھی ان کی روش اختیار کر لی اور ان سے جب کہا گیا کہ استغفار، تواضع، اخبات اور خشیت الٰہی کا مظاہرہ کرتے ہوئے چلیں کہ یہی ایک مومن فاتح کی پہچان ہے تو انھوں نے استکبار اور تجبتر کے نشہ میں چور ہو کر کافر فاتحوں کا طرز عمل اختیار کر لیا دیکھو بعینہ یہی حکم خود امت مرحومہ کو بھی بیت اللہ کی فتح کے وقت دیا گیا

إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا۔

غور کرو کس قدر مماثلت پائی جارہی ہے مگر امت مرحومہ نے خدا کے فرمان کو بسر و چشم قبول کیا اور یہود اپنی دیدہ دلیری کا اظہار کرنے لگے اور خدا کی بات کو سنی ان سنی کر دیا بقول شخصے

ع بلبل چہ گفت و گل چہ شنید و صبا چہ کرد

اسی لئے قرآن کے منشار و مراد سے زیادہ لگتی ہوئی یہی بات معلوم ہوتی ہے کہ یہاں یہود کی وہی تبدیلی مراد ہے جو پہلے قدم پر حضرت موسیٰؑ کی زندگی ہی میں داخلہ کے حکم کے انکار کے ساتھ ہی انھوں نے کر دی باقی ضمناً وہ تبدیلی بھی مراد ہوسکتی ہے جو داخلہ کے وقت ناخلف لوگوں نے حضرت موسیٰؑ کے بعد حضرت یوشعؑ کے زمانہ میں کیا۔

اس توجیہ کو اختیار کرنے کے دلائل میں نے جو تاویل بیان کی ہے وہ جمہور علمار تفسیر سے کسی قدر مختلف ہے اس لئے ممکن ہے کہ لوگوں کو اس پر اطمینان نہ ہو اور نہ یہ میرا مقصود ہی ہے کہ لوگ خواہ مخواہ میری بات ہی کو تسلیم کرلیں کیوں کہ عوام کے لئے احتیاط اسی میں ہے کہ سلف کے قول کو اختیار کرلیا جائے اگرچہ اس پر اطمینان نہ ہو لیکن چوں کہ قرآن نے جابجا ہمیں تفکر و تعقل کی دعوت دی ہے اس لئے فکر و نظر سے کام لینا کوئی عیب کی بات نہیں اور جب صحیح دلائل و نتائج سے کوئی ایسی راہ خدا کی توفیق سے حاصل ہوجائے جو کتاب و سنت اور اصول شریعت کے خلاف نہ ہو تو اس کو مان لینے میں کوئی قباحت نہیں، قرآن کے عجائب نہ تو ختم ہوئے ہیں اور نہ ہوں گے البتہ ایسے اہل نظر اور ارباب فہم کی ضرورت ہے جو قرآن کے دقائق کا سراغ لگائیں۔

تو ہی ناداں چند کلیوں پر قناعت کرگیا ورنہ گلشن میں علاجِ تنگیٔ داماں بھی ہے

لیکن اس کا مقصود محض نکتہ آفرینی اور جدت طرازی نہ ہو بلکہ احقاق حق ہو جو ہر مسلمان کی اصلی شان ہے اور جس کی دعا وہ خدا سے مانگتا ہے

اللّٰھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ

پروردگار! ہمیں حق کو حق دکھائیو! اور اسے اختیار کرنے کی توفیق دیجیو! اور باطل کو باطل دکھائیو! اور اس سے بچنے کی توفیق دیجیو!

اور کافی غور و خوض کے بعد جب ہم روش عام سے کسی قدر ہٹ کر ایک جداگانہ راہ اختیار کر چکے ہیں تو اس کے دلائل بھی لوگوں کے سامنے رکھ رہے ہیں تاکہ لوگ ان پر پوری سنجیدگی اور دیانت داری کے ساتھ غور فرمائیں اور لعل اللہ یحدث بعد ذالک امرا

(۱) یہ تو معلوم ہے کہ یہ آیت بنی اسرائیل کے انعامات اور ان کی عہد شکنیوں اور احسان فراموشیوں کے ضمن میں لائی گئی ہے یعنی خدا نے ان پر دینی و دنیوی ہر دو طرح کی جو نعمتیں دی تھیں ان کا تذکرہ کر کے انھیں جھنجھوڑا جا رہا ہے کہ تم نے خدا کے کیسے کیسے انعامات کو رد کر دیا ہے اسی سلسلہ بیان میں یہ زبردست انعام بھی آ رہا ہے کہ انھیں حکومت و سلطنت اور خدا کے گھر کی ولایت سپرد کی جا رہی تھی مگر انھوں نے اس حدود سلطنت میں جانا ہی گوارا نہ کیا اور اپنی ڈھٹائی سے یہ بھی کہہ دیا کہ اس سلطنت میں زبردست اور طاقتور لوگ ہیں ان سے لڑنا بھڑنا ہمارے لئے ناممکن ہے موسیٰ اور موسیٰ کا خدا جا کر لڑ بھڑ لیں اور اسی سلسلہ میں بعد کی بات بھی رکھ دی کہ جب وہاں فاتح ہو کر داخل ہونا تو ایک مسلمان فاتح کی طرح سجدۂ شکرانہ بجا لاتے ہوئے داخل ہونا مگر ان بدبختوں نے خدا کی اس تعلیم کو بھی فراموش کر دیا اور غرور و گھمنڈ کے نشہ میں سرشار ہو کر داخل ہوئے ۔ اس لئے انھوں نے گو کہ خدا کی اس بات کو بھی بدل دیا مگر اس کا انعامات سے کیا تعلق ؟ انعام تو دراصل خدا کی خلافت و نیابت پر قائم ہونا تھا یہ تو اس انعام کو پاکر شکر و سپاس ادا کرنے کا ایک طریقہ تھا اس لئے اب جب کہ ان پر انعامات گنائے جا رہے ہوں اور ان کے انعامات کو پس پشت ڈالنے کی روداد سامنے لائی جا رہی ہو تو اس ضمن میں اس انعام و اعزاز کا جب ذکر کیا گیا تو لامحالہ یہ بھی ماننا پڑے گا کہ انھوں نے اس میں تبدیلی کی تھی اور اسی تبدیلی کا ذکر یہاں مقصود ہے ہرچند کہ شکر و سپاس کے طریقہ کو ترک کر کے استکبار کا رویہ اختیار کر لینا بھی ایک تبدیلی ہے لیکن چوں کہ اس کا انعام و اعزاز سے کوئی خاص تعلق نہیں ہے اس لئے موزوں یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان کی اس تبدیلی کو مراد لیا جائے۔

(۲) دوسری دلیل پہلی دلیل کا ایک جزء ہے کہ یہود کو اصل میں عمالقہ سے جنگ کر کے بیت المقدس میں داخل ہونے کے لئے کہا گیا تھا اور اسی ضمن میں داخلہ کا طریقہ بھی بتایا گیا لیکن انھوں نے دونوں

کو بدل ڈالا اسی لئے روایتوں میں وادخلوا الباب سجدا وقولوا حطۃٌ کی تفسیر اس طرح مذکور ہوئی ہے جیسے ہمارے مفسرین بیان کرتے ہیں مگر یہ تو ایک ضمنی بات ہے جو اس میں شامل تو ضرور ہو سکتی ہے لیکن اسی کو اصل نہیں قرار دیا جا سکتا اس لئے میرے نزدیک اس آیت میں اسی اصل تبدیلی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے باقی ضمناً وہ بھی شامل ہو جائے گی۔

(۳) یہ بھی حقیقت ہے کہ قرآن مجید کی اصل اور صحیح تعبیر کو سمجھنے کے لئے خود قرآن سے رہنمائی طلب کرنا ضروری ہے اسی لئے سلف سے لے کر خلف تک یہ اصول مسلمہ چلا آرہا ہے کہ القرآن یفسر بعضہ بعضا (قرآن کے بعض اجزاء بعض کی تفسیر کرتے ہیں) اگر یہ اصول صحیح اور صائب ہے تو پھر ہماری تاویل حسن تاویل کا بہترین نمونہ ہے کیوں کہ قرآن کا یہ نہایت معروف طریقہ بیان ہے کہ وہ ایک ہی بات کو کہیں مجمل طور سے بیان کرتا ہے مگر دوسرے مقام پر اسے واضح کر دیتا ہے۔

(۴) خود روایتوں کو اگر وہ صحیح الاسناد ہیں پوری آیت کے لئے بنیادِ تفسیر نہیں قرار دیا جا سکتا بلکہ وہ ایک جزو کی تفسیر ہیں یہ بڑی زحمت ہے کہ لوگ روایتوں کو لے کر چلتے ہیں مگر یہ نہیں غور کرتے کہ اس سے نتائج کیا کیا اور کہاں تک پیدا ہو سکتے ہیں، متقدمین کے یہاں تو اس طرح کوئی غلط فہمی نہیں واقع ہوتی مگر متاخرین کے یہاں اس سے طرح طرح کی غلط فہمیاں پیدا ہوتی ہیں اور ایک دوسرے پر ترک حدیث کا الزام لگا دیا جاتا ہے اور پھر یہاں تو کسی روایت سے یہ ثابت بھی نہیں ہوتا کہ یہود نے کوئی اور تبدیلی نہیں کی تھی اور آیت زیر بحث میں صرف داخلہ کے وقت ہی کی تبدیلی مراد ہے بلکہ قرآن تو پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ انھوں نے داخل ہونے ہی سے انکار کر دیا اور ایک دوسری بات بنا ڈالی جو خدا کی بات کے علاوہ تھی۔

(۵) یہ البتہ کہا جا سکتا ہے کہ صحابہ نے ہماری تاویل کی طرف کوئی اشارہ نہیں کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات اتنی کھلی اور واضح ہے کہ اس کی کسی تفسیر و توضیح کی ضرورت ہی نہیں کیوں کہ قرآن نے اس بات کو دوسری جگہ بالکل صاف کر دیا ہے اور اب ہمیں خود اپنی فہم و فراست سے اسے معلوم کرنا چاہیئے۔ یہ یاد رکھیئے کہ کتابِ حکیم ہمیں تدبر و تفکر کی دعوت دیتی ہے اور اس امر کی تلقین کرتی

ہے کہ اپنے ذہن و دماغ پر زور ڈال کر اس کی آیات کے مطالب معلوم کریں۔

یہ چند باتیں تھیں جو اس آیت کے سلسلہ میں بیان ہوئی ہیں خدا سے دعا ہے کہ وہ ہمارے قلم کی غلطیوں کو معاف کرے اور اس کے غلط اثرات سے لوگوں کو محفوظ رکھے رَبَّنَا لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ۔

مسلمان خواتین کے لئے

اصلاحی، اخلاقی، دینی

ماہنامہ رضوان لکھنؤ

زیر ادارت: سید محمد ثانی حسنی — امۃ اللہ تسنیم (ہمشیرہ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی)

آج کے مادی دور میں جب کہ حیا سوز کتابیں اور رسالے گھر گھر پہنچ رہے ہیں اور پردہ نشین خواتین کے ہاتھوں میں یہ ناقابل برداشت لٹریچر پہنچ رہا ہے جس کی وجہ سے خاندان کے خاندان بداخلاقی کے سیلاب میں بہے جا رہے ہیں۔ اس کی سخت ضرورت تھی کہ ان شریف بہو بیٹیوں کو اس گندے اور گھناؤنے ماحول سے بچایا جائے اور ان کے ہاتھوں میں صالح اور اخلاقی لٹریچر پہونچایا جائے۔ اس ضرورت کے پیش نظر ماہنامہ رضوان کا اجرا عمل میں لایا گیا ہے۔ امید ہے کہ یہ رسالہ مسلمان خواتین میں صحیح دینی ذوق، اسلامی جذبہ، قوت عمل اور اخلاقی شعور پیدا کرے گا اور ان کے لئے دلچسپ و دل آویز بھی ثابت ہوگا۔ ہر مرد و عورت کا اخلاقی اور دینی فرض ہے کہ وہ اس رسالہ کو مسلمان گھرانوں میں پہنچائے اور اس کی اشاعت میں نمایاں حصہ لے۔

پاکستان میں رقم جمع کرنے کا پتہ: ادارہ نشر و اشاعت اسلامیات ملتان مغربی پاکستان

چندہ سالانہ ہندستان کے لئے دو روپے آٹھ آنے۔ پاکستان کے لئے تین روپے۔ قیمت فی کاپی چار آنے نمونہ کیلئے ۳/

دفتر ماہنامہ رضوان لکھنؤ ۳۷ گوئن روڈ لکھنؤ

تزکِ بابری

از

(جناب محمد رحیم صاحب دہلوی)

(۱۲)

خلیل | قلعہ ماذر، اوش کے قلعوں میں سے ایک قلعہ ہے۔ جو اس زمانے میں بہت مشہور بھی تھا اور مضبوط بھی تھا۔

تنبل نے اپنے چھوٹے بھائی خلیل کو اس قلعے کے انتظام کے لئے چھوڑ رکھا تھا کوئی ڈھائی سو آدمی اس کے ساتھ تھے۔

قلعہ ماذر | ہم ملیٹ کر پہنچے اور ماذر کے قلعے پر سخت لڑائی لڑے قلعہ بہت مضبوط ہے۔ اس کے شمال کی طرف ایک دریا ہے۔ وہ اتنا اونچا ہے کہ وہاں سے تیر مارا جائے تو شاید فصیل کے اندر نہ پہنچے اس کا ایک نالہ اسی طرف بہتا ہے قلعے کے نیچے دونوں طرف ایسی فصیل ہے کہ گلی سی بن گئی ہے اور وہ دریا تک گئی ہے پشتے کے چاروں طرف خندق ہے۔ دریا پاس ہی ہے۔ وہاں سے توپ کے گولوں کے برابر بڑے بڑے پتھر لا کر قلعے میں جمع کر لئے۔

پتھروں کی بارش | بہت بڑے بڑے پتھر قلعہ ماذر سے برسائے گئے۔ ہونے کو اور قلعوں پر بھی لڑائیاں ہوئی ہیں۔ مگر کسی قلعے سے اتنے پتھر کسی نے نہیں برسائے۔

عبدالقدوس کوچہ پر بال بال بچا | اکتہ بیگ کا بڑا بھائی عبدالقدوس فصیل کے نیچے پہنچ گیا تھا۔ فصیل سے اس پر اتنے پتھر برسے کہ اس کا پاؤں کہیں نہ ٹک سکا اور وہ معلق ہو کر اس طرح گرا۔ کہ سر نیچے اور پاؤں اوپر تھے۔ وہ اتنی اونچی جگہ سے لڑھکتا ہوا ٹیلے کے نیچے آپڑا۔ لیکن بال بال بچا۔ اور اسی وقت گھوڑے پر سوار ہو کر لشکر میں آپہنچا۔

یار علی بلال | یار علی بلال کے سر میں ایک پتھر لگا۔ اس کا سر پھٹ گیا۔ اس کے لڑکے نے زخم باندھا۔

پتھروں کی مار | اس لڑائی میں بہت سے لوگ پتھروں سے مرے۔

دریائی نالے پر قبضہ | دوسرے دن جو لڑائی ہوئی تو صبح دس بجے سے پہلے ہی دریائی نالے پر قبضہ ہو گیا۔ لڑائی شام تک جاری رہی۔ دریائی نالے پر جو قبضہ ہو گیا۔ تو دشمن پانی نہ لے سکے[1]

خلیل کی گرفتاری | صبح انھوں نے جان کی امان چاہی اور باہر نکل آئے۔

ان کے سردار، خلیل کو جو تنبل کا چھوٹا بھائی تھا۔ ستر اسی بلکہ سو آدمیوں کے ساتھ گرفتار کر کے اندجان بھیج دیا۔ تاکہ احتیاط کے ساتھ وہاں نظربند رکھا جائے۔

ہمارے امرا، سردار اور اچھے اچھے سپاہی دشمنوں کی قید میں تھے یہ اچھا بدلہ مل گیا۔

آمنے سامنے | مادو کی فتح کے بعد ہم اُدنچو توبہ نام کے گاؤں میں جا اُترے جو اوش کے علاقے میں ہے ادھر تنبل اندجان سے واپس آکر آنجان میں جا ٹھیرا۔ جو رباط سرہنگ اور چینی کے دیہات میں ہے۔ دونوں لشکروں کا فاصلہ چار میل ہو گا۔

قنبر علی کی بیماری | ان ہی دنوں قنبر علی بیمار ہو کر اوش چلا گیا۔ ہم کوئی چالیس دن یا مہینہ بھر وہیں پڑے رہے۔ کوئی لڑائی نہیں ہوئی۔ لیکن ہمارے غلہ لانے والے اور دشمن کے غلہ لانے والے روز لڑتے بھڑتے رہتے تھے۔

سیدی بیگ کی گرفتاری | راتوں کو لشکر کے چاروں طرف زبردست بندوبست ہوتا تھا۔ خندقیں کھود دی گئی تھیں۔ جہاں خندق نہ تھی وہاں جھانکڑ لگا دئے تھے۔ اور جتنی فوج تھی سب کی سب خندق کے کنارے ہتھیار بند رہتی تھی۔

اتنی احتیاط پر بھی تیسری چوتھی رات کو لشکر میں غل مچ جاتا تھا۔

ایک دفعہ سیدی بیگ طغائی غلہ لانے والوں کا سردار بن کر گیا۔ غنیم کے سپاہیوں نے ایکا ایکی

---

[1] پانی پر قبضہ ہو گیا تھا اس لئے وہ زیادہ دیر باہر نہ ٹھیر سکے [2] مسٹر جان لیڈی نے متن میں ادنچو لکھا ہے ایک ترکی نسخے میں اوذنجو ہے۔

جا گھیرا۔ اور لڑائی میں سیدی بیگ پکڑا گیا۔

بائسنقر کی موت | اسی برس خسرو شاہ نے بلخ پر حملے کا ارادہ کیا۔ اور اسی خیال سے بائسنقر مرزا کو بلا کر تندز لے گیا اور بلخ روانہ ہوا۔

جب وہ ادباج کے مقام پر پہنچا۔ تو کم بخت کافر نعمت خسرو شاہ کو سلطنت کی ہوس ہوئی۔ اور اس نے بائسنقر مرزا جیسے خوش طبع، پر فضیلت اور صاحب حسب و نسب شہزادے کو امراسمیت گرفتار کر لیا۔ اور دسویں محرم کو کمان کے حلقے سے پھانسی دے کر شہید کر دیا اور اس کے امرا اور مصاحبوں کو بھی مار ڈالا۔

خسرو کی کمینگی | سلطنت کہیں ایسے نالایق اور بے ہنر آدمی کو حاصل ہوتی ہے۔ جس کا نہ حسب نسب درست ہو اور نہ کوئی حیثیت ہو۔ اور نہ جس میں ہنر ہو نہ تدبیر، نہ شجاعت نہ انصاف اور نہ عدالت۔

بائسنقر کا نسب | مرزا کی پیدائش اور اس کا نسب :۔

وہ ۸۸۲ھ میں حصار میں پیدا ہوا۔ وہ سلطان محمود مرزا کا منجھلا بیٹا تھا۔ سلطان مسعود مرزا سے چھوٹا، اور سلطان علی مرزا، سلطان حسین مرزا اور سلطان ویس مرزا (جو خان مرزا مشہور ہے) سے بڑا۔

اس کی ماں کا نام پشہ بیگم تھا

بائسنقر کی صورت شکل | بائسنقر کا حلیہ یہ ہے

بڑی بڑی آنکھیں، گول چہرہ، میانہ قد، بلیح جوان، چہرہ کا ڈول ترکمانوں جیسا۔

بائسنقر کے طور طریق | اخلاق و اطوار یہ تھے :۔

وہ عادل، خوش طبع انسان اور صاحب فضیلت شہزادہ تھا

بائسنقر کا عقیدہ | اس کا استاد سید محمود شیعہ تھا۔ اسی لئے بائسنقر مرزا بھی بدنام تھا۔ کہتے ہیں۔ آخر سمرقند میں اس نے عقیدہ بدل لیا۔ اور پاک اعتقاد ہو گیا تھا۔

---

[1] ایک معروف راستہ ہے اور قبادین کے قریب ہے۔

بائسنقر کا کلام | وہ شراب کا بہت شوقین تھا۔ جب شراب نہ چڑھائے ہوتا تو نماز پڑھتا شراب کے نشے میں نماز نہ پڑھتا تھا۔

اس کی سخاوت اور فیاضی وسط درجے کی تھی۔ خط نستعلیق کا خوش نویس تھا مصور بھی بُرا نہ تھا۔ شعر بھی خاصا کہتا تھا۔ عادلی[1] تخلص تھا۔ اس کا کلام اتنا زیادہ نہیں ہے کہ دیوان مرتب ہو جاتا۔ یہ مطلع اُسی کا ہے[2]۔

سایہ وار از ناتوانی جا بجا می اوفتم | گر نہ گیرم روئے دیوارے نہ پا می اوفتم

سمرقند میں اس کی غزلیں اتنی مشہور ہیں۔ کہ ہر گھر میں اُن کے اشعار سُن لو۔

بائسنقر کی لڑائیاں | وہ دو لڑائیاں لڑا ہے۔

ایک دفعہ سلطان محمد خاں سے لڑا۔

بائسنقر مرزا کے تخت نشین ہوتے ہی سلطان جنید برلاس وغیرہ فتنہ پروروں کے بہکانے اور کھڑ کانے سے سلطان محمود خاں نے سمرقند چھیننے کے لئے حملہ کیا۔

وہ آق کوتل[3] ہوتا ہوا رباط سغد اور کنبائی کے آس پاس پہنچا۔

بائسنقر مرزا بھی سمرقند سے نکلا اور کنبائی میں مقابلہ کر کے محمود خاں کو شکست فاش دی۔ تین چار ہزار مغل بائسنقر مرزا کے حکم سے قتل کئے گئے۔ حیدر کوکلتاش بھی جو خان کا بہت منہ لگا تھا۔ اسی لڑائی میں مارا گیا۔

دوسری دفعہ بخارا میں سلطان علی مرزا سے لڑائی ہوئی اور بائسنقر مرزا کو شکست ہوئی۔

بائسنقر کے مقبوضہ ملک | اس کے قبضے میں یہ ملک تھے:۔

اس کے باپ سلطان محمود مرزا نے اس کو بخارا دیا تھا۔ باپ کے مرنے کے بعد امرا نے متفق ہو کر اسے سمرقند کا بادشاہ بنایا۔

کچھ مدت تک بخارا اس کی سلطنت میں شامل رہا۔ لیکن ترخانیوں کی بغاوت کے بعد بخارا

---

[1] عادلی [2] یہ شعر اس کی ایک مشہور غزل کا ہے [3] آق کوتل یعنی سفید راستہ جو آق تاغ پہاڑوں میں ہے۔

قبضے سے نکل گیا۔

میں نے جب سمرقند فتح کرلیا۔ تو وہ خسروشاہ کے پاس چلاگیا۔ اور خسروشاہ نے حصار چھین کر اسے دے دیا۔

بائسنقر کی ملکہ — جب وہ خسروشاہ کے پاس گیا۔ اس زمانے میں اس نے اپنے چچا سلطان خلیل مرزا کی لڑکی سے شادی کی۔ اس کے علاوہ کوئی اور بیوی یا لونڈی نہ تھی۔

بائسنقر کے امرار — اس نے اتنی جم کر حکومت نہیں کی کہ کسی ایک آدمی کو بھی بڑھایا ہو اور امیر بنایا ہو۔ اس کے امرار وہی تھے۔ جو اس کے باپ اور چچا کے امرار تھے۔

سلطان احمد قراول کی آمد — بائسنقر کی شہادت کے بعد قوچ بیگ کا باپ سلطان احمد قراول اپنے بھائیوں، عزیزوں، بال بچوں اور نوکروں سمیت قراتگین[1] سے روانہ ہوا۔ اس نے مجھے خبر بھیجی اور پھر مرے پاس آگیا۔

قنبر علی کی آمد — قنبر علی اوش میں بیمار پڑا تھا تن درست ہوا تو وہ بھی چلا آیا۔

نیک شگون — اس نازک موقعہ پر سلطان احمد قراول جو اپنے ہمراہیوں سمیت غیبی امداد لے کر آگیا۔ تو میں نے اسے نیک شگون سمجھا۔ اور دوسرے دن صبح سامان ٹھیک ٹھاک کر کے ہم دشمن کے مقابلے کے لئے روانہ ہوئے۔

دشمن کے پڑاؤ میں — دشمن آشجان میں نہ ٹک سکا۔ اور اپنے پڑاؤ سے چل پڑا۔ ہم اسی کے پڑاؤ میں جا اُترے تھوڑا سا سامان فرش فروش، ڈیرے خیمے وغیرہ ہمارے لشکر کے ہاتھ لگے۔

تنبل خوبان میں — تنبل اسی رات جہانگیر مرزا کو لئے ہوئے ہماری بائیں طرف سے ہوتا ہوا خوبان[2] نام کے گاؤں میں چلا گیا۔ جو ہمارے پہلو میں اندجان کی طرف اندازاً بارہ میل ہوگا۔

---

[1] مسٹر جان لیڈی نے بھی قراتگین لکھا ہے لیکن قلمی نسخے میں قیرتگین ہے۔

[2] خوبان، حصار اور ختلان کے شمالی اور فرغانہ کے جنوبی پہاڑوں میں ہے۔ ایک ترکی نسخے میں اس کو جونان بھی لکھا ہے۔

لڑائی کی تیاریاں | دوسرے دن ہم نے بھی دائیں بائیں اور آگے پیچھے فوجوں کو ترتیب دیا۔ ہتھیار لگائے۔ صف بندی کی۔ اور ان پیدلوں کو جو تورا[1] اٹھائے ہوئے تھے۔ اپنے آگے کیا اور دشمن کی طرف چلے۔

لشکر کی ترتیب | دائیں طرف علی دوست طغائی اور اس کے آدمی تھے۔ بائیں طرف ابراہیم سارد دلیس لاغری، سیدی قرا، محمد علی مبشر، کن جنگ بیگ[2] (خواجہ کلاں کا بھائی) اور بعض دوسرے مصاحبوں کو مقرر کیا۔ ان کے ساتھ سلطان احمد قراول اور کوچ بیگ اور ان کے ساتھی بھی مقرر کئے گئے۔ قاسم بیگ میرے پاس لشکر کے بیچ میں تھا۔ اور قنبر علی لشکر کے آگے آگے تھا۔

پہلی باقاعدہ لڑائی | قنبر علی اور ہمارے بعض دوسرے مصاحب اور ملازم جب سقا نامی گاؤں میں پہنچے۔ جو خوبان سے کوس بھر جنوب و مشرق میں ہے تو دشمن خوبان سے ٹھیک ٹھاک ہو کر نکلا۔ اور ہم بھی پوری احتیاط کے ساتھ بہت جلد آگے بڑھے۔ توروں اور پیادوں کو ترتیب دے دی گئی تھی۔ لیکن وہ مقابلے کے وقت پیچھے کہیں رہ گئے۔ خدا کے فضل سے ان کی ضرورت ہی نہ پڑی۔ اور ان کے پہنچنے سے پہلے ہی ہمارے دائیں بازو کی فوج اور دشمن کا بایاں بازو دو بدو لڑنے لگے۔

خواجہ کلاں کا بھائی کن جنگ بیگ بڑی جواں مردی سے لڑا۔ اس کے بعد محمد علی مبشر نے بھی خوب بہادری دکھائی۔ دشمن اتنا سا حملہ بھی نہ جھیل سکا اور بھاگ نکلا۔

دشمنوں کا قتل | بہت سے دشمن گرفتار ہو کے آئے تو میں نے ان کے قتل کا حکم دے دیا۔

ہمارے امراء میں سے قاسم بیگ اور علی دوست بیگ نے لیکن زیادہ تر علی دوست بیگ نے احتیاط کے خیال اور نقصان کے ڈر سے بھگوڑوں کا دور تک پیچھا کرنے کے لئے کسی کو نہ بھیجا۔ اس

---

[1] تورا کے معنی قاعدہ ہے۔ نہ جانے یہاں کن معنوں میں استعمال ہوا ہے

[2] کی چک بیگ (چھوٹا سردار) خواجہ کلاں کا بڑا بھائی تھا۔

لئے ان کے بہت سے آدمی گرفتاری سے بچ گئے۔

ہم نے ہیں خوبان میں جا اُترے۔ میں پہلے پہل باقاعدہ لڑائی یہی لڑا ہوں۔ اللہ نے اپنے فضل و کرم سے فتح عنایت کی اور میں نے اس کو نیک شگون جانا۔

جہانگیر سے دادی کی محبت | دوسرے روز میری دادی شاہ سلطان بیگم اندجان پہنچیں۔ تا کہ جہانگیر مرزا پکڑا گیا ہو تو اُسے چھڑا لیں۔

اندجان واپس گئے | جاڑا قریب آن لگا تھا۔ آس پاس کہیں بھی غلے اور گھاس کا نام و نشان نہ تھا۔ اس لئے اورکند پر حملہ مناسب نہ جانا۔ اور ہم اندجان واپس چلے گئے۔

ارمیان اور نوشاب | چند دن بعد مشورہ ہوا اور یہ تجویز قرار پائی کہ اندجان میں جاڑا گذارا جائے تو ہم دشمن کو تو کیا نقصان پہنچائیں گے الٹا ڈر یہ ہے کہ دشمن کہیں چوری چھپے اپنا کام نہ کر جائے۔ اس لئے جاڑا ایسی جگہ گذارنا چاہیے۔ جہاں ہمارے لشکر کو کھانے پینے کی تکلیف نہ ہو اور ہم دشمن کو تنگ بھی کرتے رہیں۔

اس مصلحت کے مدنظر ہم نے اندجان سے رباطک اور چینی کی طرف چل کر ارمیان اور نوشاب کے قریب قیام کیا۔

سیر و شکار | وہاں شکار کھیلنے کے عمدہ موقعے ہیں۔ اور کھیل تماشوں کے لئے اچھے اچھے میدان ہیں۔ انلامیش[1] دریا کے قریب جنگلوں میں پہاڑی بکریاں، بارہ سنگھے، اور سؤر بہت ہوتے ہیں اور جنگل کے ان حصوں میں جہاں دور دور جھاڑیوں کے جھنڈ ہیں۔ جنگلی جانور اور خرگوش بہت کثرت سے ہوتے ہیں۔ اور رنگ برنگ کے ہوتے ہیں۔ وہاں کی لومڑی اور جگہ کی لومڑیوں سے بہت تیز رفتار ہوتی ہے

میں وہاں کے قیام کے زمانے میں دوسرے تیسرے دن شکار کھیلنے جاتا تھا۔ اور بڑے بڑے جنگلوں کو کھنگال کر بارہ سنگھوں اور پہاڑی بکریوں کا شکار کھیلتا تھا۔ وہاں کے تنگ جنگلوں میں جنگلی پرندوں پر شکاری جانور چھوڑے جاتے تھے۔ اور دو شاخہ تیروں سے بھی گرائے جاتے تھے۔ وہاں کا جنگلی پرندہ بہت موٹا تازہ ہوتا ہے۔ جب تک ہم وہاں رہے۔ جنگلی جانوروں کا ڈھیروں گوشت

---

[1] الامیش

پڑا رہتا تھا۔

تنبل کے ساتھیوں کے سر کاٹے | اسی زمانے میں خدا بیروی نشان بردار نے جسے میں نے مہربانی سے نیا نیا امیر بنایا تھا۔ کئی دفعہ تنبل کے رسد لانے والوں کو زیر کیا اور ان کے سر کاٹ کاٹ لایا۔

اوش اور اندجان کے جوانمرد سپاہیوں نے بھی دشمن کو متواتر پریشان کیا۔ دھوکے سے ان کے علاقوں کو تباہ کرتے رہے۔ ان کے گھوڑے پکڑ لائے۔ آدمیوں کو مار ڈالا اور انھیں خوب پریشان کیا۔

قنبر کی ضد | ہم سارے جاڑے وہیں رہتے تو تعجب نہ تھا کہ گرمیوں کے آتے آتے دشمن کو بے لڑے بھڑے تباہ کر دیتے۔ اتنے قلیل عرصہ ہی میں ہم نے اسے تنگ کر دیا اور عاجز بنا دیا تھا۔

عین اس موقع پر قنبر علی نے اپنے علاقہ میں واپس جانے کی اجازت مانگی۔ اس کو ہر چند اونچ نیچ سمجھائی اور منع کیا۔ مگر وہ اور بھی ضد کرنے لگا۔ بہت بے وقوف اور ضدی آدمی تھا۔ مجبوراً اُسے جانے کی اجازت دینی پڑی۔

قنبر کا علاقہ | اس کے علاقے میں پہلے خجند تھا۔ اس دفعہ جو اندجان لیا۔ تو اسفرہ اور کند بادام بھی اُسے دے دیئے۔

ہمارے اُمراء میں قنبر علی کے پاس ہی سب سے زیادہ علاقہ اور سب سے زیادہ آدمی تھے۔ جتنا وہ ذی مقدور تھا۔ اتنا کوئی اور نہ تھا۔

مجبوراً واپس ہونا پڑا | ہم چالیس پچاس دن تک وہاں رہے۔ قنبر علی کی وجہ سے اور لوگوں کو بھی رخصت دینی پڑی اور بالآخر ہم بھی اندجان چلے گئے۔

ماموں کو ورغلانے کی کوشش | جتنے عرصے ہم وہاں ٹھیرے۔ تنبل کے آدمی جوڑ توڑ میں لگے رہے۔ اور خان کے پاس تاشقند بھی لوگ آتے جاتے رہے۔

تنبل کے دو اور بھائی | احمد بیگ (جو سلطان محمود خاں کے بیٹے سلطان محمد سلطان کی سرکار کا مختار کل اور خان کا ترامنہ لگا سردار اور تنبل کا چچیرا بھائی تھا) اور بیگ تلبہ (جو خان کے ہاں داروغہ دیوان خانہ تھا اور تنبل کا سگا بڑا بھائی تھا) نے خان اور تنبل کے پاس آ جا کر خان کو آمادہ کر لیا کہ وہ تنبل کی مدد

کرے۔

بیگ تلبہ | بیگ تلبہ جب سے پیدا ہوا مغلستان ہی میں رہا۔ اور مغلوں ہی میں رہ کر چھوٹے سے بڑا ہوا۔ نہ کبھی ہمارے ملک میں آیا۔ اور نہ اس ملک کے کسی بادشاہ کی خدمت میں رہا۔ اس نے ہمیشہ ان ہی خان بھائیوں کی خدمت کی تھی۔

اب وہ اپنے گھر بار اور بیوی بچوں کو تاشقند میں چھوڑ کر خود اپنے چھوٹے بھائی تنبل کے ساتھ ہو گیا۔

قاسم عجب کی گرفتاری | اسی عرصہ میں ایک عجیب حادثہ ہوا۔ میں قاسم عجب کو عارضی طور پر آخشی میں چھوڑ گیا تھا۔ وہ چند آدمیوں کے ہمراہ دشمنوں کے تعاقب میں نکلا اور دریائے خجند پار کر کے ہجر آتا[1] پہنچا۔ کہ ایکا ایکی تنبل کے ایک بڑے لشکر سے اس کا مقابلہ ہوا اور وہ فوراً ہی پکڑا گیا۔

سلطانیم نے کاشان گھیرا | تنبل نے جب ہمارے لشکر کی واپسی کی خبر سنی اور اس کا بڑا بھائی بیگ تلبہ، خان سے معاملہ طے کر کے آ گیا اور اس کو کمک آنے کا یقین ہو گیا تو تنبل اورکند[2] سے میان دوآب جا پہنچا۔

اسی عرصہ میں کاشان سے تحقیق خبر آئی۔ کہ خان نے تنبل کی مدد کے لئے اپنے بیٹے محمد سلطان خانیکہ (عرف سلطانیم) کو معہ احمد بیگ کے مقرر کیا ہے۔ اور ان کے ساتھ پانچ چھ ہزار آدمی ہیں۔ اور انھوں نے ارجہ کنت[3] کے راستے سے کاشان کو جا گھیرا ہے۔

بلا کی سردی | ہم نے بھی ان لوگوں کا انتظار نہیں کیا۔ جو ادھر ادھر گئے ہوئے تھے۔ جتنے آدمی موجود تھے۔ ان ہی کو ساتھ لیا۔ اور اللہ پر توکل کر کے بے توقف اسی کڑکڑاتے جاڑے میں چل پڑے۔ اور اندجان سے سلطانیم اور احمد بیگ پر حملہ کرنے کے لئے بند سالار کے راستے سے روانہ ہوئے۔

رات بھر دم لینے کو بھی کہیں نہ ٹھیرے۔ دوسرے دن آخشی میں قیام کیا۔ اس رات ایسی بلا کی سردی تھی کہ بعض آدمیوں کے ہاتھ پاؤں ٹھٹر گئے اور بہت سے آدمیوں کے کان ایسے ہو گئے جیسے

---

[1] ہجر آتا [2] اورکند [3] ارجہ قند

مرجھائے ہوئے سیب ہوتے ہیں۔

بارک طغائی آخشی میں ہم زیادہ نہ ٹھیرے۔ بارک طغائی کو عارضی طور پر قاسم عجب کی جگہ چھوڑا۔ اور ہم کاشان پر جھپٹے۔

احمد بیگ اور سلطانیم کی بزدلی کاشان تقریباً کوس بھر ہوگا۔ جو خبر ملی۔ کہ احمد بیگ اور سلطانیم ہمارے آنے کی خبر سن کر پریشان ہوگئے اور فوراً بھاگ کھڑے ہوئے۔

تنبل آن پہنچا تنبل کو جو ہمارے پہنچنے کی خبر ملی۔ تو وہ اپنے بڑے بھائی کی مدد کے لئے آن پہنچا۔ تیسرے پہر کا وقت تھا کہ تنبل کے لشکر کے پیاہی توکند[1] کی طرف سے نمودار ہوئے۔ تنبل اپنے بڑے بھائی کے بے موقعے اور جلدی پلٹ جانے اور ہمارے یکایک پہنچنے پر حیران رہ گیا۔

سنہری امیدیں میں نے کہا کہ خدا کی کارسازی ہے کہ وہ ان کو اس طرح لایا۔ کہ ان کے گھوڑوں میں تھکن کے سبب دم نہیں رہا ہے۔ لڑائی ہو جائے تو خدا سے امید ہے کہ ان میں سے ایک بھی بچ کر نہ جا سکے گا۔

دلیں لاغری کا مشورہ دلیں لاغری وغیرہ نے عرض کیا کہ دن تمام ہوا۔ آج مقابلہ نہ بھی ہو۔ تو یہ بچ کر کہاں جائیں گے۔ کل یہ جہاں ہوں گے۔ ہم وہیں ان کا بھرتہ بنا دیں گے۔

قابو میں آیا ہوا دشمن یہی فیصلہ ہوگیا اور اس وقت لڑائی مناسب نہ جانی۔ اس طرح دشمن کا قابو میں آکر بچ نکلنا اس ترکی مثل کا مصداق ہوا کہ قابو میں آجانے والے کو چھوڑ دیا جائے۔ تو بڑھاپے تک افسوس کرنا پڑتا ہے۔

قلعہ ارخیان دشمن نے صبح تک کی فرصت کو غنیمت جانا۔ اور راتوں رات وہ کہیں ٹھیرے بغیر ارخیان کے قلعے میں چلا گیا۔

بمسکان صبح جب ہم نے دشمن پر چڑھائی کی تو وہ اپنی جگہ سے غائب تھا۔ ہم اس کے پیچھے پیچھے چلے۔ لیکن ہم نے ارخیان کے قلعے کے پاس محاصرہ کرنا مناسب نہ سمجھا۔ اس لئے کوس بھر کے

---

[1] توکند، اوزکند اور کاشان کے بیچ میں سیر کے شمال میں ہے۔

فاصلے پر منسکان[1] نام کے گاؤں میں ڈیرے ڈالے۔

شب خون | تیس چالیس دن تک ہم اسی پڑاؤ میں پڑے رہے اور تنبل ارخیان کے قلعے میں رہا۔ کبھی کبھی دونوں طرف کے کچھ لوگ آپس میں اُلجھ جاتے۔ اور دو دو ہاتھ کرکے اُلٹے پھر جاتے۔ ایک رات انھوں نے شب خون مارا۔ لیکن ہمارے لشکر کے چاروں طرف خندق کھدی ہوئی تھی۔ اور جھانکڑ لگے ہوئے تھے۔ اس لئے وہ لشکر تک نہ پہنچ سکے اور تھوڑے سے تیر مار کر واپس چلے گئے۔

قنبر کے نخرے | ہم جب وہیں تھے تو قنبر علی نے دو تین دفعہ بگڑ کر اپنے علاقے میں واپس جانا چاہا۔ ایک دفعہ تو چل ہی دیا تھا۔ بعض اُمراء کو بھیج کر بڑی مشکل سے اُسے واپس بلایا۔

یوسف کی بغاوت | اسی دوران میں سید یوسف قچمی[2] نے سلطان احمد تنبل کے پاس آدمی بھیجے۔ اور اس سے ساز باز کرلی۔

اندجان کے پہاڑوں کے دامن میں جو ضلعے ہیں۔ ان میں سے اُدی عوز اور قچم[3] دو ضلعے بہت مشہور ہیں۔ سید یوسف قچم میں بڑا آدمی تھا۔ رفتہ رفتہ میری سرکار میں روشناس ہوا۔ اور اپنی حد سے بڑھ گیا۔ اسے کسی نے امیر نہیں بنایا۔ لیکن وہ خود امیری کا دعویٰ کرنے لگا۔ وہ بے حد منافق اور تلون مزاج آدمی تھا۔

اس مرتبہ جب سے میں نے اندجان لیا۔ وہ دو تین دفعہ تنبل سے باغی ہو کر مجھ سے مل گیا اور دو تین دفعہ مجھ سے بغاوت کرکے تنبل سے جاملا۔

اس خیال سے کہ وہ تنبل کے پاس نہ پہنچ جائے۔ ہم نے اس کو راستے ہی میں گھیرنا چاہا اور اور ہم سوار ہوگئے۔

پشت خاران | تیسرے دن ہم پشت خاران[4] پہنچے۔ لیکن تنبل کا لشکر پشت خاران کے قلعے میں داخل ہو چکا تھا۔

توپ بیگ کی بہادری | اس حملے میں جو سردار ہمارے ساتھ تھے۔ ان میں سے علی درویش بیگ اور

---

[1] منسن کان یا منسن گان [2] قچمی [3] قچم [4] پش خاران۔

قوچ بیگ اپنے بھائیوں کے ساتھ پشت خاران کے دروازے پر جا پہنچے۔ اور گھمسان کی لڑائی ہوئی۔

قوچ بیگ اور اس کے بھائیوں نے اکثر معرکوں میں بہادری کے جوہر دکھا کر ناموری حاصل کی ہے۔

علی دوست اور قنبر کی بے ایمانی | ہم پشت خاران سے ایک کوس کے فاصلے پر ایک اونچی جگہ اترے۔ تنبل بھی جہانگیر مرزا کو لئے ہوئے آگیا۔ اور پشت خاران کے قلعے کو پیٹھ کے پیچھے چھوڑ کر اتر پڑا۔

تین چار دن بعد ہمارے ان امراء میں سے جو ہمارے مخالف تھے۔ علی دوست اور قنبر علی سلاخ نے اپنے ساتھیوں اور رشتے داروں سمیت صلح کی بات چیت شروع کر دی۔ ہمارے طرف داروں میں سے کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی۔ ہم بالکل راضی نہ تھے۔ لیکن بڑے دو امیر وہی مردود تھے ان کی بات نہ مانتے اور صلح نہ کرتے تو اور مصیبت تھی۔

بھائی سے دب کر صلح کرنی پڑی | مجبوراً اس طرح صلح کرنی پڑی کہ دریائے خجند سے آخشی تک کا علاقہ جہانگیر مرزا لے لے اور اندجان کی طرف جو علاقہ ہے۔ وہ میرے پاس رہے۔ اور کند سے وہ اپنے بال بچوں کو بلا لے اور پھر اسے میرے قبضے میں دے دے۔

اس تقسیم کے بعد میں اور جہانگیر مرزا مل جل کر سمر قند پر حملہ کریں۔ سمر قند فتح ہو جائے تو اسے میں لے لوں اور اندجان جہانگیر مرزا کو دے دیا جائے۔

صلح کی شرطیں طے ہو جانے کے بعد دوسرے دن جہانگیر مرزا اور تنبل آئے رجب[1] کی آخری تاریخیں تھیں جب وہ میرے ہاں آئے تھے اور مقررہ شرائط پر عہد و پیمان ہوا تھا۔

قیدیوں کی رہائی | جہانگیر مرزا کو آخشی جانے کی اجازت دی اور میں اندجان پہنچا۔

اندجان پہنچتے ہی تنبل کے چھوٹے بھائی خلیل وغیرہ جو قید تھے۔ ان کو میں نے چھوڑ دیا۔ اور سب کو خلعت دے کر رخصت کیا۔

انھوں نے بھی ہمارے امراء اور مصاحبوں کو (مثلاً طغائی بیگ، دوست محمد، میر شاہ قوچین سیدی بیگ، قاسم عجب، پیر ویس اور میرم دیوان جو قید تھے) رہا کر کے بھیج دیا۔

---

[1] آخر فروری ۱۵۰۰ء

قومی اور جماعتی زندگی کے نفسیاتی مؤثرات

از

(جناب مولوی محمد تقی صاحب امینی)

(۲)

چوتھا تربیت ہے۔

تربیت کا براہِ راست تعلق قلب سے ہے جو زندگی اور حرکت کا سرچشمہ ہے۔ تربیت ہی کے ذریعہ قوم فلسفۂ حیات کی حقیقت کو سمجھتی ہے اور اعلیٰ مقصد کے لئے قربانی کرنے پر آمادہ ہوتی ہے۔

تربیت کا مقصد ضبطِ نفس اور جذبات پر حکومت کرنے کی صلاحیت پیدا کرنا ہے

تربیت کا اصل مقصد یہ ہے کہ ضبطِ نفس اور جذبات وخیالات پر حکومت کرنے کی صلاحیت پیدا ہو تاکہ وراثت کے غلط اثرات سے بچنے اور ماحول پر قابو پانے کی ہمت ہو[1]

قرآنِ حکیم میں تربیت کی بنیاد یہ آیت ہے

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ ۶۲/۲

اللہ ہی نے ان پڑھ لوگوں میں انھیں میں کا ایک رسول بھیجا جو لوگوں کو اللہ کی آیتیں سناتا ہے کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور ان کو پاک وصاف کرتا ہے

دوسری آیت یہ ہے

---

[1] افلاطون۔ ارسطو۔ نیوتسکیو کے نزدیک تربیت کا مقصد یہ ہے کہ ایسے افراد تیار کئے جائیں جو بہترین حکومت مرتب کرسکیں ابن خلدون اور اسپنسر کے نزدیک یہ ہے کہ ایسے اشخاص تیار کئے جائیں جو زندگی اچھی طرح بسر کرسکیں۔

يَتْلُوا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ۲/۱۴۷

وہ رسول تمھارے آگے ہماری آیتیں پڑھتا ہے تمھیں پاک کرتا ہے تمہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور جو تم نہیں جانتے وہ سکھاتا ہے

آیت میں داعی انقلاب صلی اللہ علیہ وسلم کے چار کام گنائے گئے ہیں

(۱) تعلیم کتاب۔ نظام زندگی اور قانون حیات کی تعلیم۔

(۲) تعلیم حکمت۔ نظام عملی کی حقیقت اور اس فلسفہ کی تعلیم جس پر قانون کی بنیاد ہے

(۳) اس کے علاوہ اور دیگر معلومات کی تعلیم جو حالات و تقاضے کے مناسبت سے وقتی ہوں یا دائمی۔

(۴) تزکیہ۔ عقائد و خیالات کی صفائی اور اعمال و اخلاق کی درستی یعنی غلط نظریات و عقاید سے شیشۂ دل اور آئینۂ دماغ کی پاکی و صفائی اور صحیح اصول و نظریات کو اس کی جگہ بٹھانا اسی طرح برے اخلاق و گندے اعمال سے پرہیز اور اچھے اعمال و عمدہ اخلاق کا خوگر بنانا۔

عام طور پر تربیت کا تعلق صرف تزکیہ سے سمجھا جاتا ہے لیکن غور سے دیکھا جاتے تو اس کا تعلق ان چاروں سے ہے کیوں کہ تربیت کے بغیر ہر قسم کی تعلیم بے جان ہو کر رہ جاتی ہے خواہ وہ حکمت و فلسفہ کی ہو یا نظام زندگی و قانون کی۔

رسول اللہ نے صحابۂ کرام کی تربیت جس طرح کی تھی دنیا سے ان کا تعلق برقرار رہنے کے ساتھ دنیا ان کے لئے مقصود نہ تھی

بلکہ مقصدِ اعلیٰ کے حاصل ہونے کا ذریعہ اور اس کے لیے عمل کی جولانگاہ تھی، اسی قسم کی تربیت قومی اور جماعتی زندگی کے لئے مفید ہوتی ہے اور صالح انقلاب کے لئے پیش خیمہ بنتی ہے جس تربیت سے جمود و تعطل کی زندگی پیدا ہو وہ اغیار کے لئے تو مفید بن سکتی ہے لیکن زندگی اور حرکت کے جوہر نہیں پیدا کر سکتی ہے،

تربیت کے ذریعہ اوصاف کے استعمال کا رخ بدلا جا سکتا ہے اور عادتیں چھڑائی جا سکتی ہیں

رہی یہ بات کہ تربیت کے ذریعہ جذبات و خیالات پر کس حد تک قابو پایا جا سکتا ہے اس کو فنی اصطلاحات سے ہٹ کر اس طرح سمجھیے کہ انسان کے اندر دو قسم کی صفتیں پائی جاتی ہیں

(۱) وہ جن کا تعلق مزاج اور طبیعت سے ہے اس میں انسان کو کسی قسم کا اختیار نہیں ہے بلکہ وہ اس کی سرشت اور خمیر میں داخل ہیں مثلاً غصہ اور شہوت کی کمی بیشی ذکاوت و ذہانت کند ذہنی قوت یادداشت معاملہ فہمی وغیرہ اس قسم کی صفتوں کو "جبلّت" کہتے ہیں۔

علمی اصطلاح میں یہ اس کی نفسیاتی بنیادیں ہیں ان میں تبدیلی تقریباً ناممکن ہے ایسا نہیں ہو سکتا کہ غصہ اور شہوت کو تربیت کے ذریعہ ختم کر دیا جائے یا کند ذہن کو اعلیٰ قسم کا ذہین بنا دیا جائے البتہ ان کے استعمال کا رخ پھیرا جا سکتا ہے ان میں نکھار پیدا کیا جا سکتا ہے رسول اللہ کی درج ذیل حدیث میں اسی طرف اشارہ ہے

اذا سمعتم بجبل زال عن مکانہ فصدقوہ واذا سمعتم برجل تغیر عن خلقہ فلا تصدقوبہ فانہ یصیر الی ماجبل علیہ[1]

اگر تم کسی پہاڑ کے بارے میں سنو کہ وہ اپنی جگہ سے ٹل گیا تو اس کو صحیح مان لینا لیکن اگر کسی شخص کے بارے میں سنو کہ اس کی خلقت بدل گئی تو اس کو صحیح نہ ماننا کیوں کہ بالآخر وہ اپنی جبلّت کی طرف پھر لوٹ آئے گا۔

حدیث میں رسول اللہ ؐ نے تبدیلی نہ ہونے کی خبر دی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی صفت بالکلیہ ختم ہو کر اس کی جگہ دوسری نہیں آ سکتی ہے لیکن اگر تعلیم و تربیت کے ذریعہ استعمال کا رخ پھر جائے اور مظاہرہ کی شکل بدل جائے تو وہ اس حدیث کے خلاف نہ ہو گا۔

مربی اور مصلح کو چاہیے کہ ایسی صفتوں کے ختم کرنے کے درپے نہ ہو بلکہ ان کے استعمال کا رُخ بدلنے کی کوشش کرے اس کی صورت یہ ہے کہ قلب کی اصلاح و درستی کے بعد زیادہ سے زیادہ اخلاق حمیدہ کا خوگر بنائے تاکہ غلط استعمال کا موقع نہ مل سکے۔

[1] مشکوٰۃ

(۲) وہ جن کا تعلق مزاج اور طبیعت سے تو نہیں ہے لیکن بار بار کرنے کی مشق سے ایسی عادت پڑ گئی ہے کہ گویا طبیعت ثانیہ بن گئی ہے اس قسم کی صفتیں انسان کی اختیاری ہیں جس طرح قصد و ارادہ سے عادت ڈالی گئی ہے اسی طرح طبیعت پر جبر اور سختی کے ذریعہ عادت چھوڑی بھی جا سکتی ہے۔ ایسی صورت میں مربی اور مصلح کو چاہیئے کہ حسب حال نفسیات کا تجزیہ کر کے ان کے چھڑانے کے لئے مناسب صورتیں اختیار کرے[1]۔

دراصل یہی دو قسم کی صفتیں ہیں جن کی بنا پر انسان جذبات و خیالات کا محکوم کہا جاتا ہے جب ان میں مذکورہ بالا طریقے پر تربیت کا اثر ظاہر ہو سکتا ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ بہت حد تک تربیت کے ذریعہ جذبات و خیالات پر قابو پایا جا سکتا ہے۔

رسول اللہ کی حدیث اور صحابہ کرام کی زندگی سے اس کا ثبوت

رسول اللہ کے درج ذیل فرمان سے یہی حقیقت ثابت ہوتی ہے

الناس معادن کمعادن الذھب والفضۃ خیارھم فی الجاھلیۃ خیارھم فی الاسلام اذا فقھوا[2]	لوگ سونے اور چاندی کے کانوں کے مثل ہیں جو زمانہ جاہلیت میں اچھے تھے وہ اسلام میں بھی اچھے ہیں جب کہ انھوں نے تفقہ حاصل کیا۔

حدیث میں اذا فقھوا کی قید نہایت غور و فکر کی مستحق ہے اس سے نہ صرف یہ کہ تربیت کی حقیقت و ماہیت پر روشنی پڑتی ہے بلکہ یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ تربیت کا اثر بہر حال ظاہر ہوتا ہے خواہ کوئی صورت ہو اور کسی شکل و درجہ میں ہو۔

کلام عرب میں فقہ اور تفقہ کا استعمال بالعموم وہاں ہوتا ہے جہاں قلبی بصیرت اور ضمیر و وجدان کی بیداری کے معنی ملحوظ ہوتے ہیں اسی بنا پر قرآن حکیم میں منکرین حق کے لئے کہا گیا ہے۔

لھم قلوب لا یفقھون بھا ۷/۱۷۹ — ان کے پاس دل ہیں مگر تفقہ سے خالی ہیں

اس آیت میں سمجھ بوجھ کی اُس قسم سے انکار کیا گیا ہے جس کا تعلق دل سے ہے ان کی عقل و خرد سے

---

[1] کشف الظنون و اخلاق جلالی ص ۲۱ تا ۴۷ [2] مسلم و مشکوٰۃ کتاب العلم۔

انکار نہیں کیا گیا ہے کیوں کہ بسا اوقات انسان عقل کی بلندی پر پہنچنے کے باوجود قلبی بصیرت سے محروم رہتا ہے۔

حدیث کے پہلے ٹکڑے میں رسول اللہؐ نے نسلی اوصاف اور وراثتی خصوصیات کی طرف اشارہ فرمایا ہے جیسا کہ پہلے تشریح گذر چکی ہے پھر فرمایا کہ جو لوگ زمانہ جاہلیت میں (جاہلیت کے معیار کے مطابق) اچھے تھے وہ اسلام میں (اسلامی معیار کے مطابق) اچھے ہیں جب کہ وہ قلبی بصیرت حاصل کریں۔

یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب کہ یہ تسلیم کیا جائے کہ تربیت سے قلبی بصیرت حاصل ہونے کے بعد اوصاف وخصوصیات کے استعمال کا رُخ پھر جاتا ہے۔ ان کے مظاہرہ کی شکلیں بدل جاتی ہیں۔

صحابہ کی زندگی میں رسول اللہؐ کی تربیت کا جو اثر ظاہر ہوا تھا وہ اس سے زیادہ کیا تھا کہ ان کی زندگی کا رخ پھر گیا تھا صلاحیتوں اور خاصیتوں کے استعمال کے مواقع بدل گئے تھے۔

حضرت عمرؓ اور حضرت خالدؓ وغیرہ وہی تھے جو اسلام سے پہلے تھے لیکن اسلام لانے کے بعد قوت و بہادری کے استعمال کا میدان بدل گیا تھا، سوچنے سمجھنے کے ڈھنگ میں تبدیلی ہوگئی تھی۔

جسمانی ساخت پر قوت ارادی کی وسعت کی وجہ سے ذہنی ساخت کو قیاس کرنا صحیح نہیں ہے

یہاں یہ بتا دینا ضروری ہے کہ انسان کی ذہنی ساخت قوت ارادی کی بناء پر جسمانی ساخت سے کہیں زیادہ لچک دار اور جذب وانجذاب کو قبول کرنے والی ہے، اس لئے باطن کو ظاہر پر قیاس کر کے یہ کہنا صحیح نہ ہوگا جب جسمانی تربیت سے جسم میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی ہے تو ذہنی تربیت سے ذہن میں بھی کوئی تبدیلی نہ ہوگی۔

ہم دیکھتے ہیں کہ جسم اپنی سختی اور بے لوچ ہونے کے باوجود جسمانی تربیت سے کسی حد تک سڈول اور خوشنما بن جاتا ہے جسم کے کسی حصّہ کو غلط استعمال کرتے رہنے کی وجہ سے وہ حصہ بے ڈول اور کسی قدر بدنما ہو جاتا ہے تو ذہنی اور نفسی تربیت سے ارادہ کے میدان کی وسعت کی وجہ سے نفسی قوتی کے استعمال کا رُخ پھر جانے سے بڑی حد تک جذبات وخیالات پر قابو پالینے اور سیرت کی تشکیل ہو جانے میں کون سی دشواری اور ناممکن

کو ممکن بنانے کا دعوٰی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ٹھیک تربیت ہو جانے کے بعد انسان کا وہ فطری شعور اور وجدان بیدار ہو جاتا ہے جو ابتدائی مرحلہ میں ہر انسان کو بلا تفریق من جانب اللہ عطا کیا جاتا ہے۔ اس طرح داخلی و خارجی مؤثرات (وراثت ماحول وغیرہ) کے پردے درمیان سے ہٹ کر اصل تعلق فطرت سے جڑ جاتا ہے اور پھر اعمال و افعال میں فطری حالت کا مظاہرہ ہونے لگتا ہے۔

جن لوگوں نے اصل فطرت ہی کو ناپاک اور گنہگار قرار دے کر انسان کو پیدائشی مجرم گردانا ہے۔ اگر ان کے سمجھ میں یہ حقیقت نہ آئے تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم　　　چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

البتہ قابل تعجب بلکہ قابل رحم وہ لوگ ہیں جو ان کی اتباع اور پیروی میں کہیں سے کہیں چلے جارہے ہیں اور انہیں یہ تک خبر نہیں کہ ان کے امانت خانہ میں کیا کیا چیزیں اور کس کس طرح سے محفوظ ہیں۔

جان بھی گروِ غیر بدن بھی گروِ غیر　　　افسوس کہ باقی نہ مکیں ہے نہ مکاں ہے

العلم والعلماء

ایک شاندار کتاب

یہ جلیل القدر امام حدیث "علامہ ابن عبد البر کی شہرہ آفاق کتاب "جامع بیان العلم وفضلہ" کا نہایت صاف اور شگفتہ ترجمہ ہے۔ علم اور فضیلت علم، اہل علم کی عظمت اور ان کی ذمہ داریوں کی تفصیل پر خالص محدثانہ نقطۂ نظر سے آج تک کوئی کتاب اس مرتبہ کی شائع نہیں ہوئی۔ اس متبرک کتاب کی ایک ایک سطر سونے کے پانی سے لکھنے کے لائق ہے۔ موعظتوں اور نصیحتوں کے اس عظیم الشان دفتر کو ایک مرتبہ ضرور پڑھیے۔

کتاب کا ترجمہ مشہور ادیب اور مترجم مولانا عبد الرزاق صاحب ملیح آبادی نے کیا ہے۔ موصوف نے یہ ترجمہ مولانا ابوالکلام آزاد کے ارشاد کی تعمیل میں کیا تھا صفحات ۳۰۰۔ بڑی تقطیع قیمت غیر مجلد للعہ۔ مجلد صہ۔

ادبیات

"منزلِ محبّت"

از

(جناب مولوی ابو البیان حمّاد)

جادۂ محبت میں ہم قدم بڑھاتے ہیں — خیر ہو الٰہی پھر اُن سے دل لگاتے ہیں
دل پہ چوٹ کھاتے ہیں اور مسکراتے ہیں — مُسکراتے جاتے ہیں چوٹ کھاتے جاتے ہیں
پھر جہانِ الفت میں انقلاب، لاتے ہیں — داستانِ غم اپنی ہم انھیں سُناتے ہیں
جھیلتے ہیں ہر مشکل نقدِ جاں گنواتے ہیں — اُن کے چاہنے والے خون میں نہاتے ہیں
ظلمتِ شبِ غم کا چیر کر جگر ہم دم! — مشعلِ تمنّا کی لو زبس بڑھاتے ہیں
کاش اور بڑھ جائے اپنی یہ خلش، یارب — اک عجیب لذت سی، دردِ دل میں پاتے ہیں
حادثاتِ سنگین و واقعاتِ غم آگیں — جس قدر بھلاتا ہوں یاد آتے جاتے ہیں
دور ہوتے جائیں گے اور بھی وہ منزل سے — راہ زن کو جو راہی، راہ بر بناتے ہیں
ناز کیوں نہ ہو ہم کو اپنے بختِ روشن پر — بارگاہِ الفت میں بار، پھر جو پاتے ہیں
منزلِ محبت کی جستجو ہمیں بھی ہے — ساتھیو! ٹھہر جاؤ ہم بھی ساتھ آتے ہیں
اپنی، اپنی، قسمت ہے اپنا اپنا حصہ ہے — کھونے والے کھوتے ہیں، پانے والے پاتے ہیں
آج بھی زمانے کو جستجو ہماری ہے — ہم بھٹکنے والوں کو راستہ بتاتے ہیں

جان کر گہر اُن کو رولتے ہیں سب حمّاد
اشک اپنی پلکوں پر جب بھی جھلملاتے ہیں

"تخلیقِ انسان"

از

(جناب شمس نوید)

پھینکتی انجم و مہتاب پہ ذرّوں کی کمند
جو عناصر سے بھی آزاد، عناصر میں بھی بند
ایک گردش اُٹھی سیاروں کی گردش سے بلند
کوہ میں جوالا مکھی، بحر میں طوفان بنا
اور — "انسان" بنا!

دل کی دھڑکن نہ تھی کونین کی رعنائی کے پاس
زندگی جنّتِ تخلیق میں سوئی تھی اُداس
میکدہ سرد تھا مفقود تھی عرفاں کی پیاس
گمشدہ خلد میں اللہ کا رومان بنا
اور — "انسان" بنا!

آگ اور نور کے مابین جگہ پاتا ہوا
بھوک اور تیاگ کے جذبات سے ٹکراتا ہوا
خود تڑپتا کبھی ماحول کو تڑپاتا ہوا
خطرۂ جنگ لئے امن کا امکان بنا
اور — "انسان" بنا!

تبصرے

تدوین حدیث از مولانا سید مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ۔ تقطیع کلاں ضخامت ۴۴۷ صفحات کتابت وطباعت بہتر قیمت مجلد چھ روپے آٹھ آنے۔ پتہ:- ادارۂ مجلس علمی کراچی (سابق ڈابھیل)

منکرین حدیث کا سب سے بڑا حربہ یہ ہے کہ احادیث کی تدوین دوسری تیسری ہجری میں ہوئی ہے اس لئے جو ذخیرہ تقریباً ایک صدی تک ادھر ادھر غیر مدون و مرتب پڑا رہا۔ اس کی نسبت یہ دعویٰ کیوں کر کیا جاسکتا ہے کہ وہ حذف و ترمیم اور جعل و تنسیخ سے بالکل محفوظ ہے۔ اس اعتراض کے جواب میں مولانا گیلانی نے تدوینِ حدیث کے موضوع پر جامعہ عثمانیہ میں توسیعی لکچرز کی صورت میں چار خطبات پڑھے تھے۔ بعد میں یہ خطبے برہان اور بعض دوسرے رسالوں میں بھی کلاً و جزءً شائع ہوگئے تھے اور علم و نظر کے طبقہ میں بڑی وقعت کی نگاہ سے دیکھے گئے تھے۔ ادارۂ مجلس علمی نے انھیں خطبات کو کتابی شکل میں چھاپ کر ان کو محفوظ کرنے کے علاوہ اس لائق بنا دیا ہے کہ لوگ زیادہ سے زیادہ اس سے فائدہ اٹھائیں۔ اگرچہ اس کا موضوع تدوین حدیث ہے۔ لیکن مولانا گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا قلم جب چل پڑتا تھا تو پھر سرگشتہ خمار رسوم و قیود" رہنا نہیں جانتا تھا۔ چنانچہ اس کتاب میں بھی خاص موضوع بحث کے علاوہ فن حدیث و فقہ۔ تاریخ و سیر سے متعلق سینکڑوں دقائق و لطائف ہیں جو علما اور طلبا کے لئے بڑے کام کی چیزیں ہیں جہاں تک نفسِ موضوع کا تعلق ہے تو حقیقت یہ ہے مولانا مرحوم نے اس کو اس قدر بسط و تفصیل اور جامعیت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ مشکل سے ہی کوئی شخص اس پر اضافہ کر سکتا ہے۔

موطا امام محمد مترجم اردو تقطیع کلاں ضخامت ۴۵۰ صفحات کتابت وطباعت بہتر قیمت مجلد درج نہیں۔ پتہ محمد سعید اینڈ سنز ناشران و تاجران کتب قرآن محل مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے جو روایات حضرت یحییٰ ابن یحییٰ اللیثی سے لی تھیں ان کے مجموعہ کا

نام موطا امام مالک ہے اور امام عالی مقام نے جو روایات امام محمد بن حسن الشیبانی سے اخذ کی تھیں۔ ان کا مجموعہ موطا امام محمد کے نام سے مشہور ہے۔ بہر حال اس تفصیل سے یہ معلوم ہوا ہوگا کہ موطا امام محمد کی حیثیت بھی دراصل وہی ہے جو موطا امام مالک کی ہے۔ زیر تبصرہ کتاب اسی موطا کا سلیس و عام فہم اردو ترجمہ مع متن کے ہے۔ لائق مترجم خواجہ عبد الوحید صاحب نے ترجمہ کے علاوہ جگہ جگہ بہت مفید حواشی اور نوٹ بھی لکھے ہیں۔ شروع میں مولانا عبد الرشید نعمانی کے قلم سے ایک فاضلانہ مقدمہ ہے جس میں موطا کی تاریخ اس کی خصوصیات اس کے نسخے اور بعض اور ضمنی مباحث بیان کی گئی ہیں ان سب امور کے پیش نظر یہ اردو ترجمہ صرف اردو خواتوں کے لئے ہی نہیں بلکہ حدیث کے عام طلبا کے لئے بھی معلومات میں اضافہ کا سبب ہوگا۔

سیرت اشرف از جناب منشی عبد الرحمٰن خاں صاحب تقطیع کلاں ضخامت ۵۱۷ صفحات کتابت و طباعت بہتر قیمت بارہ روپے۔ پتہ: ادارۂ نشر المعارف چھلیک ملتان شہر مغربی پاکستان۔

مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ پر اس وقت تک متعدد اچھی اچھی کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ زیر تبصرہ کتاب بھی اسی سلسلہ کی ایک اور کڑی ہے۔ اگرچہ واقعہ یہ ہے کہ جہاں تک مولانا مرحوم کی شخصیت کی مصوری کا تعلق ہے خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب کی اشرف السوانح آج بھی حرف آخر کا حکم رکھتی ہے اور جو کیف و اثر سرور و شوق اور جذب و مستی اس میں ہے کسی اور میں نہیں جس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ حضرت مجذوب کو مولانا کے ساتھ اور مولانا کو مجذوب صاحب کے ساتھ جو باہمی ربط و تعلق تھا وہ نہ کسی مرید کو مولانا کے ساتھ ہوا اور نہ مولانا کو کسی اور کے ساتھ تھا تاہم اس کتاب کا فائدہ یہ ہے کہ چوں کہ یہ سب سے آخر میں لکھی گئی ہے اس لئے اس کی حیثیت ایک کشکول کی سی ہے جس میں رطب و یابس سب ہی کچھ ہوتا ہے جیسا کہ لائق مؤلف نے خود لکھا ہے اس کتاب کی اصل اساس اشرف السوانح ہی ہے تاہم عام فہم انداز نگارش کی وجہ سے اس کا افادہ زیادہ عام ہوگا۔ منشی صاحب لائق مبارک باد ہیں کہ انھوں نے حضرت تھانوی کو دیکھا بھی نہیں اور اس کے باوجود ان کا قلم عقیدت و ارادت کے پھول نچھاور کرتے میں کسی بڑے سے بڑے مرید سے پیچھے نہیں۔

انتخاب صحاح ستہ مترجم اردو تقطیع کلاں ضخامت ۲۷۵ صفحات کتابت وطباعت بہتر قیمت پانچ روپے۔
پتہ: قرآن محل مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی۔ (مغربی پاکستان)

پاکستان میں انکار حدیث کا فتنہ جس زور شور سے برپا ہے اُسی قدر ترویج واشاعت حدیث کے لئے اہل حق نے اپنی کوششوں کی رفتار تیز تر کردی ہے۔ چناں چہ یہ کتاب بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ اس میں صحاح ستہ سے منتخب آٹھ سو احادیث جو عقائد عبادات اور معاملات واخلاق سے متعلق ہیں اردو ترجمہ کے ساتھ پیش کی گئی ہیں۔ اس طرح صرف اردو خواں حضرات بھی اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ ترجمہ صاف سلیس اور عام فہم ہے۔ شروع میں حدیث اور محدثین پر ایک مختصر سا مقدمہ ہے۔

مختارات فن ادب العرب قسم النثر از مولانا ابوالحسن علی الندوی تقطیع کلاں ضخامت ۱۵۵ صفحات کاغذ اعلیٰ اور ٹائپ جلی وروشن۔ قیمت درج نہیں۔ دمشق میں چھپی ہے ہندستان میں ملنے کا پتہ: دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ۔

یہ کتاب قرن اوّل سے لے کر چودھویں صدی ہجری تک کی عربی نثر کا نہایت عمدہ اور مفید انتخاب ہے جس میں اس بات کی رعایت رکھی گئی ہے کہ اس کو پڑھنے کے بعد عربی زبان و ادب کے مختلف ادوار ہر دور کی لسانی۔ تہذیبی خصوصیات۔ اور ہر دور کے اکابر علماءِ مصنفین سے واقفیت پیدا ہوجائے۔ پھر بڑی بات یہ ہے کہ ادب برائے زندگی، کے بجائے اس انتخاب میں "ادب برائے دین" کا برابر خیال رکھا گیا ہے۔ یہ واقعہ ہے کہ عربی نثر کے جو انتخابات اب تک ہماری نظر سے گذرے ہیں۔ یہ انتخاب مختلف وجوہ سے ان سب سے بہتر ہے اور اس لائق ہے کہ مدارس عربیہ اور یونیورسٹیاں اس کو عربی ادب کی متوسط کلاسوں کے نصاب میں شامل کریں۔ اصل متن کے علاوہ مولانا ابوالفضل عبدالحفیظ بلیاوی استاذ ندوۃ العلماء نے تقریباً ہر صفحہ میں جو تعلیقات وحواشی لکھے ہیں وہ بجائے خود مستقل افادیت کے حامل ہیں۔ امید ہے کہ مدارس وجوامع اس سے فائدہ اٹھائیں گے۔

دروس فارسی از مولوی حبیب اللہ صاحب تقطیع خورد کتابت طباعت بہتر ضخامت ۷۰ صفحات قیمت ۱۲/ر۔ پتہ: کتب خانہ محمودیہ (دیوبند) یہ رسالہ فارسی زبان کے چالیس اسباق پر مشتمل ہے جن میں

فارسی کے افعال واسماء کی پہلے تعریف کرکے اس کی مثالیں دی گئی ہیں اور پھر اردو سے فارسی میں اور اس کے برعکس ترجمہ کی مشق کرائی گئی ہے۔ ترتیب اور انداز بیان متقدمین کے طریقہ پر ہے لیکن جدید اصول تعلیم کے بپشِ نظر بچوں کی ذہنی استعداد کے مطابق مثالیں دی گئی ہیں۔ یہ رسالہ اگرچہ مختصر ہے مگر جامع ہے اور صاف وسپاٹ ہے۔ مکاتب ومدارس اس کو بے تکلف اپنے نصابِ فارسی میں شامل کرسکتے ہیں۔

معین فارسی از مولوی حبیب اللہ صاحب ضخامت ۵۶ صفحات قیمت ۱۱ر۔ یہ رسالہ درحقیقت صفوۃ المصادر کی نئی تشکیل ہے اس میں مصادر کے ساتھ ساتھ ان کی گردانہائے صغیر وکبیر بھی درج ہیں اس ایک رسالہ کو یاد کرنے کے بعد بچہ آسانی سے افعال اور صیغے بنا سکتا ہے۔

برکات الاسلام از عبدالحمید خاں صاحب ارشد تقطیع کلاں ضخامت ۴۰ صفحات کتابت وطباعت بہتر قیمت عہ پتہ: مکتبہ الصدّیق بیرون بوہڑ دروازہ ملتان (پاکستان) جیساکہ نام سے ظاہر ہے اس کتاب میں اسلام کی برکات شمار کرائی گئی ہیں اور چونکہ یہ برکات علمی۔ عملی۔ اخلاقی۔ روحانی مادی۔ سیاسی اور اقتصادی ومعاشی ہر طرح کی ہیں اس لئے جناب مصنف نے ہر ایک کے کچھ کچھ نمونے نقل کئے ہیں۔ اس کی وجہ سے کتاب کوئی مرتب کتاب نہیں رہی۔ بلکہ متفرق اور منتشر معلومات کی ایک کشکول ہوگئی ہے۔ بہرحال جو کچھ لکھا ہے حوالہ سے لکھا ہے۔ جو اکثر وبیشتر مستند ہے۔

تصحیح

برہان بابت ماہ مارچ ۵۷ء صفحہ ۱۷۵ سطر ۱۷

اب ان میں سے ہر ایک کی بالترتیب تفصیل بیان کی جاتی ہے۔ اس کے بعد حسب ذیل عبارت پڑھی جائے۔

فطرت قبول حق کی اس قوت واستعداد کا نام ہے جو پیدائش کے ابتدائی مرحلہ میں ہر فرد کو بلاتفریق منجانب اللہ عطا کی جاتی ہے۔ اس کی حیثیت تخم الخ

ندوۃ المصنفین کی تاریخی کتابیں

غلامانِ اسلام

اسّی سے زیادہ غلامانِ اسلام کے کمالات و فضائل اور کارناموں کا ایمان افروز بیان۔
قیمت پانچ روپے آٹھ آنے۔ مجلد چھ روپے آٹھ آنے۔

تاریخ اسلام پر ایک نظر

تاریخ اسلام کے تمام ادوار کے ضروری حالات و واقعات کی تفصیل تاریخ نویسی کے جدید تقاضوں کو سامنے رکھ کر، اسلوب بیان نہایت ہی دل نشین۔
قیمت چھ روپے۔
مجلد چھ روپے آٹھ آنے۔

مسلمانوں کا نظم مملکت

مسلمانوں کے نظامِ حکمرانی کی بصیرت افروز تاریخ، جس میں مسلمانوں کے آئینِ جہانبانی کے تمام شعبوں سے متعلق نہایت صاف اور روشن معلومات دی گئی ہیں۔
قیمت چار روپے۔ مجلد پانچ روپے۔

تاریخ مشائخ چشت

سلسلۂ چشت کے صوفیائے کرام کی محققانہ تاریخ اور ان کے نظامِ اصلاح و تربیت کا مکمل تذکرہ لائقِ مطالعہ کتاب۔
قیمت بارہ روپے۔ مجلد تیرہ روپے۔

عرب اور اسلام

ڈاکٹر حِتّی کی مشہور و معروف کتاب کا آسان اور نفیس ترجمہ۔
قیمت تین روپے آٹھ آنے۔ مجلد چار روپے آٹھ آنے۔

حکمائے اسلام کے شاندار کارنامے

قرونِ وسطیٰ کے حکمائے اسلام، سائنس دانوں اور فلاسفروں کے بے مثال علمی کارناموں کا بیان۔ قیمت جلد اول مجلد ۱۲ر
قیمت جلد دوم مجلد ۸ر
مکمل سیٹ مجلد ۲۰ر

مسلمانوں کا عروج اور زوال

جدید ایڈیشن (اپنے موضوع پر ایک اچھوتی کتاب) جس میں خلافت راشدہ کے دور سے لے کر ہندوستان کے عہد حکمرانی تک مسلمانوں کے عروج و زوال کے اسباب کا محققانہ تجزیہ کیا گیا ہے۔
قیمت چار روپے۔ مجلد پانچ روپے۔

حیات شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ

شیخ محدث کے کمالات و فضائل کا صاف و شفاف نقشہ اور اس دور کی بصیرت افروز تاریخ۔ قیمت ۶ر مجلد ۷ر

تاریخ اسلام نو جلدوں میں

تھوڑے وقت میں تاریخ اسلام پڑھنے والوں کے لئے یہ کتاب بہت مفید ہے۔ تاریخ ملت کے یہ تمام حصے مستند و معتبر بھی ہیں اور جامع و مکمل بھی، طرز بیان نہایت شگفتہ و رواں، ترتیب دل نشین۔

نبی عربی صلعم قیمت بلا جلد ۲ر
خلافت راشدہ " ۴ر
خلافت بنی امیہ " ۴ر
خلافت ہسپانیہ " ۶ر
خلافت عباسیہ اول بلا جلد ۴ر
خلافت عباسیہ دوم " ۴ر
تاریخ مصر و مغرب اقصیٰ " ۴ر
خلافت عثمانیہ " ۴ر
تاریخ صقلیہ بلا جلد قیمت ۶ر
قیمت مکمل سیٹ غیر مجلد ۳۵ر
مجلد ۴۰ر

منیجر ندوۃ المصنفین اردو بازار جامع مسجد دہلی

Registerd No, D 183

ندوۃ المصنفین کی ممبرشپ

۱- لائف ممبر کم سے کم ایک ہزار روپے یک مشت مرحمت فرمانے والے اصحاب اس حلقے میں شامل کئے جاتے ہیں، ایسے اربابِ ذوق کی خدمت میں بُرہان اور مکتبہ بُرہان اور ادارے کی تمام مطبوعات پیش کی جاتی ہیں، کتابوں کی جلد پر لائف ممبر کا نامِ نامی سنہری حرفوں سے ثبت کیا جاتا ہے۔

۲- معاونینِ خاص کم سے کم سو روپے سالانہ مرحمت فرمانے والے اصحاب حلقۂ معاونینِ خاص میں داخل کئے جاتے ہیں اور ان کی یہ اعانت عطیۂ خالص کے طور پر قبول کی جاتی ہے، ان حضرات کی خدمت میں بھی سال کی تمام مطبوعات اور بُرہان بغیر کسی معاوضے کے پیش کیا جاتا ہے۔

۳- معاونین اس حلقے کی سالانہ فیس تیس روپے ہے، معاونین کی خدمت میں سال بھر کی تمام مطبوعاتِ ادارہ اور بُرہان کسی مزید معاوضے کے بغیر پیش کئے جاتے ہیں۔

۴- معاونینِ عام معاونینِ عام کی سالانہ فیس بیس روپے ہے، ان کو سال کی تمام غیر مجلد مطبوعات دی جاتی ہیں اور بُرہان بلاقیمت دیا جاتا ہے۔

۵- احبّاء حلقۂ احبّاء کی سالانہ فیس دس روپے ہے، ان کی خدمت میں بُرہان بلاقیمت پیش کیا جاتا ہے اور ان کی طلب پر ایک فیس کے بدلے میں ایک سال کی غیر مجلد مطبوعاتِ ادارہ نصف قیمت پر دی جاتی ہیں۔

قواعدِ رسالہ بُرہان

(۱) بُرہان ہر انگریزی مہینے کی ۱۵ تاریخ کو شائع ہوتا ہے۔

(۲) مذہبی، علمی، تحقیقی، اخلاقی مضامین اگر وہ زبان و ادب کے معیار پر پورے اتریں بُرہان میں شائع کئے جاتے ہیں۔

(۳) باوجود اہتمام کے بہت سے رسالے ڈاک خانوں میں ضائع ہو جاتے ہیں جن صاحب کے پاس رسالہ نہ پہنچے وہ زیادہ سے زیادہ ۲۵ تاریخ تک دفتر کو اطلاع دیں۔ ان کی خدمت میں پرچہ دوبارہ بلاقیمت بھیج دیا جائے گا۔ اس کے بعد شکایت قابلِ اعتبار نہیں سمجھی جائے گی۔

(۴) جواب طلب امور کے لئے ۲ر آنہ کا ٹکٹ یا جوابی کارڈ بھیجنا چاہئے۔ خریداری نمبر کا حوالہ ضروری ہے۔

(۵) قیمت سالانہ چھ روپے۔ دوسرے ملکوں سے گیارہ شلنگ (مع محصول ڈاک) فی پرچہ ۱۰ ر آنے۔

(۶) منی آرڈر روانہ کرتے وقت کوپن پر اپنا مکمل پتہ ضرور لکھئے۔

حکیم مولوی محمد ظفر احمد پرنٹر و پبلشر نے الجمعیۃ پریس دہلی میں طبع کرا کر دفتر بُرہان دہلی سے شائع کیا۔